بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

الحکم

چہ گویم بانو گرائی جہاد رقادیان ہیں | دروا ہینی شفا ہیں عرض دارالامان ہیں

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

مسیح موعود کی صلحکاری اور امان کا لوا

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا ہی اسکے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جسنے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائینگے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا

پیشگی قیمت سالانہ عام سے ۵ خواص رئیسان سے ۲۵ ہندوستان سے باہر سے غیر مذاہب والوں سے ۱۲ اپنے سلسلہ کے غیر مستطیع لوگوں سے ۳ ۱۲

نمبر ۲ | دارالامان قادیان مورخہ [illegible] جنوری سنہ ۱۹۰۴ء | جلد ۸

صدائے عاجزانہ

از حضرت سید حامد شاہ صاحب

ذرا جاگو تو اے اہل زمانہ | خوشی کا گاؤ ملکر سب ترانہ
اٹھو اب خواب غفلت سے ہو بیدار | کہ مسیحا ربکا آیا ہے زمانہ
دیا تھا حق نے جو وعدہ کہ سچا | ہوا پورا نہ تم سمجھیں مع بھولجانا
کھلا وہ راز سربستہ عزیزو | کہ جو اب تک کہا تھا مخفیانہ
جو تھا اک آنیوالا آ وہ آیا | ہوئی ہر وقت اصلاح زمانہ
جو تھا اسلام کی نصرت کا وعدہ | ظہور اسکا تھا حفظ لازمانہ
نذیر آیا ہے دنیا میں وہ دیکھو | رہی آگاہ بیگانہ یگانہ
جو تھا اک آنیوالا وہ یہی ہے | ہے بدقسمت وہی جسنے نہ مانا
مسیحا کے مثیل اتری وہ اُتری | کیا دعویٰ انھوں نے ملہمانہ
مبارک ہے مبارک ہے مبارک | سنو پر صدائے عاشقانہ
خدا نے انکو بخشی تیغ براں | نہ خنجر ہے نکا ہے نہ کاٹھ کا
دلائل حجت قاطع ہیں جتنے | صلیبوں کا ہے لازم ٹوٹ جانا
یہاں رہا ہے تو ہوگی فتح اسلام | ترقی ہوگی اسکی غائبانہ
حقایق دین حق کے اب کھلینگے | دبینگے سب کلام باطلانہ
خدا اپنی حکمت دکھلائیگا اب | وہ پھیلائیگا نور کاملانہ
ٹل جائیگی ظلمت اب جہاں سے | مٹینگے اعتقاد مشرکانہ
یہودی خصلتیں پھیلی جہاں میں | یہ آیا ابن مریم کا زمانہ
امام ایسے کی تھی اب انتظاری | جو خصلت رکھے ابن مریمانہ
دیا وعدہ رسول حق نے جس کا | امام اپنا وہ آیا ہم نے مانا
مسیحا دم سے لو اہل دیں کو | کہ پاؤ تم حیات جاودانہ
زمانے وقت پر ہمکو سنبھالا | دکھلایا یہ الہی کارخانہ
ہو واجب قدر عزت اسکی ہمپر | بڑھاؤ اب قدم تم مخلصانہ
نصیحت ہے نصیحت ہے نصیحت | نہ لاؤ تم ہمیں کچھ عذر و بہانہ
یہی تسلیم کرلو مان لو تم | کہ جو کہنا ہے نہ طرح مشفقانہ
کوئی عذر نمائی خوش ہی تو ہو | فقیر دیکھی صدا ہی عاجزانہ

کلمات طیبات یا ملفوظات احمدیہ

(علیہا السلام والتحیہ)

بقیہ تقریر ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر اول جلد ۸

جب انسان ایک راستباز اور صادق کے پاس بیٹھتا ہے تو صدق اس میں کام کرتا ہے لیکن جو راستبازوں کی صحبت کو چھوڑ کر بدوں اور شریروں کی صحبت کو اختیار کرتا ہے تو ان میں بدی اثر کرتی جاتی ہے اسی لیے احادیث اور قرآن شریف میں صحبت بد سے پرہیز کرنے کی تاکید اور تہدید پائی جاتی ہے + اور لکھا ہے کہ جہاں اللہ اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اہانت ہوتی ہو اس مجلس سے فی الفور اٹھ جاؤ ورنہ جو اہانت سنکر نہیں اٹھتا اس کا شمار بھی انہیں ہی گا

صادقوں اور راستبازوں کے پاس رہنے والا بھی ان میں ہی شریک ہوتا ہے اسلیے کسقدر ضرورت ہے اس امر کی کہ انسان کونوا مع الصادقین کے پاک ارشاد پر عمل کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالی ملائکہ کو دنیا میں بھیجتا ہے وہ پاک لوگوں کی مجلس میں آتے ہیں اور جب واپس جاتے ہیں تو اللہ تعالی ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا وہ کہتے ہیں کہ ہمنے ایک مجلس دیکھی ہے جس میں تیرا ذکر کر رہے تھے مگر ایک شخص ان میں سے نہیں تھا تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ نہیں وہ بھی ان میں ہی ہے کیونکہ انہم قوم لا یشقی جلیسہم اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کی صحبت سے کسقدر فائدے ہیں سخت بد نصیب ہے وہ شخص جو صحبت سے دور رہے۔

غرض

نفس مطمئنہ کی تاثیروں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اطمینان یافتہ لوگوں کی صحبت میں اطمینان پاتے ہیں + امارہ والے میں نفس امارہ کی تاثیریں ہوتی ہیں اور لوامہ والے میں لوامہ کی تاثیریں ہوتی ہیں اور جو شخص نفس مطمئنہ والے کی صحبت میں بیٹھتا ہے اسے بھی اطمینان اور سکینت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اندر ہی اندر اسے تسلی ملنے لگتی ہے +

مطمئنہ والے کو پہلی نعمت یہ دیجاتی ہے کہ وہ خدا سے آرام پاتا ہے جیسے فرمایا ہے یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی اے خدا تعالے میں آرام یافتہ نفس اپنے رب کی طرف آجا وہ تجھسے راضی اور تو اس سے راضی

اس میں ایک باریک نکتہ معرفت ہے جو یہ کہا کہ خدا تجھسے راضی تو خدا سے راضی بات یہ ہے کہ جب تک انسان اس درجہ پر نہیں پہنچتا اور لوامہ کی حالت میں ہوتا ہے اسوقت تک خدا تعالی سے ایک قسم کی لڑائی رہتی ہے یعنی کبھی کبھی وہ نفس کی تحریک سے نافرمانی بھی کر بیٹھتا ہے۔ لیکن جب مطمئنہ کی حالت پر پہنچتا ہے تو اس جنگ کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالی سے صلح ہو جاتی ہے اسوقت وہ خدا سے راضی ہوتا ہے اور خدا اس سے راضی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ لڑائی بگڑائی بالکل جاتی رہتی ہے۔

یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ ہر شخص خدا تعالے سے لڑائی رکھتا ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ خدا تعالی کے حضور دعا کرتا ہے اور بہت سی امانی اور امیدیں رکھتا ہے لیکن اس کی وہ دعائیں نہیں سنی جاتی ہیں یا خلاف امید کوئی بات ظاہر ہوتی ہے تو دل کے اندر اللہ تعالی سے ایک لڑائی شروع کر دیتا ہے خدا تعالی پر بدظنی اور اس سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے لیکن صالحین اور عباد الرحمن کی کبھی اللہ تعالی سے جنگ نہیں ہوتی کیونکہ وہ رضا بالقضاء کے مقام پر ہوتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حقیقی ایمان اسوقت تک پیدا ہو ہی نہیں سکتا جب تک انسان اس درجہ کو حاصل نہ کرے کہ خدا کی مرضی اسکی مرضی ہو جاوے دل میں کوئی کدورت اور تنگی محسوس نہ ہو بلکہ شرح صدر کے ساتھ اسکی ہر تقدیر اور قضا کے سامنے کو طیار ہو۔

... آیت میں راضیۃ مرضیۃ کا لفظ اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یہ رضا کا اعلیٰ مقام ہے جہاں کوئی ابتلا باقی نہیں رہتا دوسرے جس قدر مقامات ہیں وہاں ابتلا کا اندیشہ رہتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ سے بالکل راضی ہو جاوے اور کوئی شکوہ شکایت نہ رہے اس وقت **محبت ذاتی** پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ سے **محبت ذاتی** پیدا نہ ہو تو ایمان بڑے خطرہ کی حالت میں ہے لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آ جاتا ہے اس **ذاتی محبت** کو دعا سے حاصل کرنا چاہیے جب تک یہ محبت پیدا نہ ہو انسان نفس امارہ کے نیچے رہتا ہے اور اس کے پنجہ میں گرفتار رہتا ہے اور ایسے لوگ جو نفس امارہ کے نیچے ہیں ان کا قول ہے کہ

ایہہ جہان مٹھا تے اگلا کن ڈٹھا

یہ لوگ بڑی خطرناک حالت میں ہوتے ہیں اور **لوامہ** والے ایک گھڑی میں ولی اور ایک گھڑی میں شیطان ہو جاتے ہیں ان کا ایک رنگ نہیں رہتا کیونکہ ان کی لڑائی نفس کے ساتھ شروع ہوتی ہے جس میں کبھی وہ غالب اور کبھی مغلوب ہوتے ہیں۔ تاہم یہ لوگ محل مدحیں ہوتے ہیں کیونکہ ان سے نیکیاں بھی سرزد ہوتی ہیں اور خوف خدا بھی انکے دلمیں ہوتا ہے لیکن نفس **مطمئنہ** والے بالکل فتحمند ہوتے ہیں اور وہ سارے خطروں اور خوفوں سے نکلکر امن کی جگہ میں جا پہنچتے ہیں وہ اس دارالامان میں ہوتے ہیں جہاں شیطان نہیں پہنچ سکتا۔ لوامہ والا جیسا کہ مَینے کہا ہے دارالامان کی ڈیوڑھی میں ہوتا ہے۔ اور کبھی کبھی دشمن بھی اپنا وار کر جاتا ہے اور کوئی لاٹھی مار جاتا ہے اسلیے مطمئنہ والے کو کہا ہے **فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی**۔ یہ آواز اسوقت آتی ہے جب وہ اپنے تقوے کو انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے تقوے کے دو درجے ہیں بدیوں سے بچنا اور نیکیوں میں سرگرم ہونا یہ دوسرا مرتبہ **محسنین** کا ہے اس درجہ کے حصول کے بغیر اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہو سکتا۔ اور یہ مقام اور درجہ اللہ تعالیٰ کے **فضل کے بغیر** حاصل ہی نہیں ہو سکتا ✦

جب انسان بدی سے پرہیز کرتا ہے اور نیکیوں کے لیے اس کا دل تڑپتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسکی دستگیری کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دارالامان میں پہنچا دیتا ہے اور **فادخلی فی عبادی** کی آواز اسے آ جاتی ہے۔ یعنی تیری جنگ ختم ہو چکی اور میرے ساتھ تیری صلح اور آشتی ہو چکی ہے اب آ میرے بندوں میں داخل ہو جو صراط الذین انعمت علیہم کے مصداق ہیں۔

اور روحانی وراثت سے جنکو حصہ ملتا ہے۔ میری بہشت میں داخل ہو جا۔ یہ آیت جیساکہ ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد یہ آواز آتی ہے آخرت پر ہی موقوف نہیں بلکہ اسی دنیا میں اسی زندگی میں یہ آواز آتی ہے۔ اہل سلوک کے مراتب رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے سلوک کا انتہائی نقطہ یہی مقام ہے جہاں انکا سلوک ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ مقام یہی **نفس مطمئنہ** کا مقام ہے اہل سلوک کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ اٹھا دیتا ہے اور انکو **صالحین** میں داخل کر دیتا ہے جیسا فرمایا **والذین امنوا وعملوا الصلحت لندخلنھم فی الصلحین** یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے ہم ان کو ضرور ضرور صالحین میں داخل کر دیتے ہیں

دفع وہم اور صلاحیت کے اقسام

اسپر بعض اعتراض کرتے ہیں کہ اعمال صالحہ کرنیوالے صالحین ہوتے ہیں پھر انکو صالحین میں داخل کرنے سے کیا مراد ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ اس میں ایک لطیف **نکتہ** ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ صلاحیت کی دو قسم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان تکالیف شاقہ اٹھا کر نیکیوں کا بوجھ اٹھاتا ہے نیکیاں کرتا ہے لیکن ان کے کرنے میں اسے تکلیف اور بوجھ معلوم ہوتا ہے اور اندر نفس سے کشاکش موجود ہوتی ہے اور جب وہ نفس کی مخالفت کرتا ہے تو سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے لیکن جب وہ اعمال صالحہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے جیسا کہ اس آیۃ کا منشا ہے اسوقت وہ تکالیف شاقہ اور محنتیں جو خود نیکیوں کے لیے برداشت کرتا ہے اٹھ جاتی ہیں اور طبعی طور پر وہ صلاحیت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ تکالیف تکالیف نہیں رہتی ہیں اور نیکیوں کو ایک ذوق اور لذت سے کرتا ہے اور ان دونوں میں یہی فرق ہوتا ہے کہ پہلا نیکی کرتا ہے مگر تکلیف اور تکلف سے اور دوسرا ذوق اور لذت سے۔ وہ نیکی اسکی غذا ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

باقی آیندہ

ضرورت نکاح

بابو نظام شاہ صاحب سٹیشن ماسٹر چکر کوٹ ضلع کوہاٹ کے صاحبزادہ کی اہلیہ جو حافظ محمد قاری صاحب کی دختر نیک اختر تھیں فوت ہو چکی ہیں اور اب سید صاحب اپنے لڑکے کی دوسری شادی کرنی چاہتے ہیں۔ بابو صاحب کا لڑکا سید زادہ [illegible] آجکل جہلم میں سب پوسٹ ماسٹر ہے [illegible] خوش خلق۔ جوان۔ انٹرنس پاس ہے۔ جو صاحب ایسا تعلق کرنا چاہیں بابو صاحب سے یا ایڈیٹر الحکم سے خط و کتابت کریں۔ — ایڈیٹر

دارالامان کا ہفتہ

۱۔ اعلیٰ حضرۃ حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت نزلہ اور زکام کی وجہ سے کسی قدر ناساز رہی۔ ۱۲ر جنوری کو اعلیٰ حضرت ۱۳ر جنوری ۱۹۰۴ء کی تاریخ مقدمہ کے سبب براہ بٹالہ گورداسپور کو روانہ ہوئے اور تین ساڑھے تین بجے کے قریب گورداسپور پہنچ گئے۔ رات کو بہت سے احباب مختلف مقامات سے حاضر ہو گئے۔ سفر کی کوفت اور بارش اور سرد ہوا کی تیزی سے اعلیٰ حضرۃ کو تکلیف بڑھ گئی۔ اسی رات آپ نے ایک رؤیا دیکھی

رؤیاء

شب درمیان ۱۲-۱۳ر جنوری ۱۹۰۴ء

مولوی محمد علی صاحب نے مجھسے کہا کہ آپ چلے جائیں۔ میں قادیان کو چلا گیا ہوں۔ اور میں ٹھہر رہا ہوں اور فکر میں ہوں کہ ہم کیوں چلے آئے مجلکہ دیا ہوا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب سے مشورہ کر لیتے۔

۱۳ر جنوری کو آپ باوجود ناسازی طبع تشریف لے گئے طبیعت کی ناسازی بڑھ جانے اور بخار ہو جانے کے باعث دوسرے روز ۱۴ر جنوری کو آپ عدالت میں تشریف نہ لے جا سکے اور ڈاکٹر کے سرٹیفکٹ پر حاضری عدالت سے ایک ماہ کی اجازت ملی

۱۳ر جنوری کو حضرت اقدس نے فرمایا کہ چند روز ہوئے ہمنے دیکھا کہ اس اوڑی پر جو گلی کے سرے پر ہے ایک کوٹھا ہے اس کوٹھے نے دعا کی اور جس کوٹھے میں ہم رہتے ہیں اس کوٹھے نے آمین کہی۔ دعا برکات وغیرہ کے لیے تھی۔

شب درمیان ۱۳ و ۱۴ر جنوری ۱۹۰۴ء گورداسپور

قریباً دو بجے رات کے الہام ہوا **اَرَدْتُ اَنْ تُسْتَفْتَحَ** یعنی مجاہدہ کے ساتھ دعا کرو رہتا ور فرمایا ہم ایک جگہ جا رہے ہیں۔ ایک ہاتھی دیکھا اس سے بھاگے اور ایک اور کوچہ میں چلے گئے۔ لوگ بھی بھاگے جاتے ہیں۔ مینے پوچھا کہ ہاتھی کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کسی اور کوچہ میں چلا گیا ہے ہمارے نزدیک نہیں آیا۔ پھر نظارہ بدل گیا۔ گویا گھر میں بیٹھے ہیں۔ قلم پر مینے دو نوک لگائے ہیں جو ولایت سے آئے ہیں پھر میں کہتا ہوں یہ بھی نامردہی نکلا۔ اس کے بعد الہام ہوا **اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَام**۔

۱۴ر کی شام آپ بسواری ریل براہ بٹالہ دارالامان کی طرف روانہ ہوئے ۱۴ر کی رات کو بٹالہ قیام فرمایا اور ۱۵ر کو دس بجے کے قریب بٹالہ سے رخصت ہو کر بعد دوپہر قادیان آ پہنچے۔

آپ کی طبیعت گو کسیقدر ناساز ہے مگر الحمدللہ پہلے کی نسبت آرام ہے۔

۲۔ خاندان رسالت کے جمیع ممبر خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں اعلیٰ حضرت کے اس سفر میں صاحبزادہ حضرت بشیرالدین محمود احمد سلمہ اللہ الاحد بھی ہمراہ تھے۔

۳۔ بزرگان ملت خدمت دین میں بدستور مصروف اور خدا کے فضل سے تندرست ہیں فاضل امروہی امرتسر تشریف لے گئے ہیں شاید وہاں سے موقع ملے تو امروہے جائیں یا واپس دارالامان تشریف لائیں۔

۴۔ بارش خاطر خواہ ہو گئی ہے جس سے سرسبزی خوب چمک اٹھی ہے۔

ہمارے مقدمات

۱۳ر جنوری ۱۹۰۴ء کو سب سے پہلے خواجہ صاحب نے مجسٹریٹ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپنے پچھلی پیشی پر وعدہ فرمایا تھا ۴۲۰ کا فیصلہ سنا دوں گا۔ آپ اگر وہ فیصلہ پہلے سنا دیں تو تقریر دلائل بہت ہی اختصار ہو جائے گا کیونکہ اہم امور پر آپ کی رائے سے فیصلہ ہو چکے گا۔ مگر مجسٹریٹ صاحب نے فرمایا کہ مَیں فیصلہ بھول آیا ہوں ساتھ نہیں لا سکا۔ کل سنا دوں گا ✦

اس کے بعد خواجہ صاحب نے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ کی طرف سے تحریری بیان (جسکا پہلے سرسری بیان میں اقرار تھا اور مجسٹریٹ نے بھی زبانی تسلیم کر لیا تھا کہ تحریری بیان دیدیں) جو سہولت کے لیے چھپوا لیا گیا تھا۔ پیش کیا اور اس کے ساتھ ہی ایک ہوا فیڈ نوٹ بھی تھا جو حکیم فضل الدین صاحب کی طرف سے تھا۔ مجسٹریٹ نے اولاً اسے لیلیا لیکن فریق ثانی کے وکیل کو بھی اطلاع دی کہ یہ تحریری بیان ہے اسپر اسنے عذر کیا کہ یہ نہیں لیا جا سکتا اس سوال کو غیر فیصل قرار دیکر چھوڑ دیا اور کہا کہ پہلے تقریر ہونی چاہیے۔ چنانچہ وکیل مستغیث اور خود کرم دین نے اپنی اپنی باری اور موقعہ پر تقریر کی۔ چونکہ وقت بہت ہو چکا تھا خواجہ صاحب نے تقریر نہ ہوئی

اور پھر اس بیان تحریری کے متعلق عرض کیا جسکو عدالت نے لینا نامنظور کیا کہ یہ تنقیح ہونے پر لیا جا سکتا ہے۔ چونکہ دوران مقدمہ میں بعض امور اس قسم کے واقع ہوئے جن سے ہمکو مقدمات کے اس عدالت سے منتقل کرانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لیے ۱۴ر جنوری کو مقدمات کے انتقال کے لیے چیف کورٹ

بس درخواست نہ دینے کی بنا پر التوا مقدمات کی درخواست مجسٹریٹ صاحب کی خدمت میں پیش کی + جسکو انہوں نے کسی قدر تامل اور غور کے بعد منظور کرلیا۔ اور مقدمات کو ۱۴ر فروری ۱۹۰۴ء تک ملتوی کر دیا + مقدمات کے التوا کے بعد مجسٹریٹ نے فیصلہ کے لیے فرمایا کہ وہ میں غالبا لے آیا ہوں سنا دیتا ہوں چنانچہ آپ نے فیصلہ نکالنے سے پہلے ہی زبانی فرمایا کہ

مینے فیصلہ کر دیا ہے کہ سراج الاخبار مورخہ ۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء اور خطوط اسی کے ہیں۔

لیکن جرم ثابت نہیں۔

پھر فیصلہ نکالکر آپ نے سنانا شروع کیا اور کچھ حصہ سنا دیا اور فرمایا کہ ایسا ہی لکھا ہے چونکہ مقدمہ ۴۳۰ فیصل ہو گیا ہے اس لیے اس مقدمہ کے متعلق ہم رائے زنی کر سکتے ہیں اور اسی لیے کسی دوسری جگہ اسپر تفصیل سے لکھا ہے +

کھلی چٹھی

مندرجہ ذیل چٹھی بغرض اندراج الحکم مولوی محمد صادق حسین صاحب اٹاوی نے بھیجی ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

جناب مولوی امیر علی صاحب اٹاوی اثنا عشری کے نام ایک کھلی چٹھی

مکرمی! السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ سنی مذہب کے رد میں آپ کے دو رسالے میں نے دیکھے ان دونوں رسالوں کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ برحق نہ تھے۔ خدا اور رسول نے خلیفہ بلا فصل حضرت علی کو مقرر فرمایا تھا اور دوازدہ امام معصوم اور مفترض الطاعۃ تھے۔ بعد رسول ان کے سوا کسی کا قول و فعل حجت نہیں" سنیوں نے شیعہ کا نام ہٹ دھرمی سے رافضی رکھا ہے"

جناب من! چونکہ میرے نزدیک آپکے یہ عقاید قرآن کریم و احادیث نبوی اور ترجیح دعووں اقوال ائمہ اثنا عشر کے مطابق غلط ہیں۔ اس لیے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند سطور خدمتعالی میں پیش کرو۔

جناب والا! شیعہ مذہب کے اصول کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بڑھ کر قرآن و حدیث کا سمجھنے والا بھلا اور کون ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں اول آئمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ و دیگر آئمہ کے اقوال کیطرف آپکو توجہ دلاتا ہوں تاکہ آپ اپنے عقاید کی غلطی و بے بنیادی پر مطلع ہوں۔ شیعوں کی معتبر کتاب نہج البلاغۃ سے معلوم ہے کہ جب حضرت علی خلیفہ ہوئے اور امیر معاویہ ملک شام کے گورنر نے اُن سے بیعت نہیں کی

تو آپ نے امیر معاویہ کو یہ خط لکھا فان بیعتی بالمدینۃ لزمتک وانت بالشام لانہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر و عمر و عثمان علی ما بایعوھم علیہ فلم یکن للشاھد ان یختار وللغائب ان یرد وانما الشوریٰ للمہاجرین والانصار اذا اجتمعوا علی رجل فسموہ اماما کان ذلک للہ رضی۔ میری بیعت مدینہ میں تجھپر لازم ہو گئی باوجودیکہ تو شام میں ہے۔ کیونکہ مجھ سے ان لوگوں نے اُس امر پر بیعت کی ہے جنھوں نے جس امر پر ابوبکر و عمر و عثمان سے بیعت کی تھی تو اب نہ حاضر کو کچھ اختیار ہے اور نہ غائب رد کر سکتا ہے۔

مشورہ صرف مہاجرین اور انصار کا ہے۔ جب وہ کسی شخص پر مجتمع ہو جائیں اور امام بنا لیں وہ اللہ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے

مولانا! اگر آپ انصاف فرمائیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ تحریر شیعہ اور سنی کے مقدمہ میں ایک قطعی فیصلہ دیچکی ہے۔ تحریر محولہ بالا سے ذیل کے نتائج نکل سکتے ہیں

(۱) مہاجرین و انصار مشورہ و اجماع سے جو کام کریں وہ خداوند کریم کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے

(۲) مہاجرین و انصار نے مشورہ و اجماع سے جس کو امام بنا لیا وہ امام منصوص من اللہ ہے۔

(۳) چونکہ ابوبکر و عمر و عثمان کو مہاجرین و انصار نے مشورہ و اجماع سے امام بنایا تھا۔ اس لیے وہ امام منصوص من اللہ تھے۔

(۴) جن امور پر ابوبکر و عثمان و عمر نے مہاجرین و انصار سے بیعت لی تھی انھیں امور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اُن سے بیعت لی تھی

(۵) جب مہاجرین و انصار اجماع سے کسی کو امام بنالیں تو پھر کسی مسلمان کو اسکی امامت و خلافت میں چون و چرا کرنے کی مجال نہیں۔

(۶) ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت میں کسی مسلمان کو چون و چرا کرنے کی مجال نہیں۔

(۷) چونکہ ابوبکر و عمر و عثمان کی امامت و خلافت خداوند کریم کے نزدیک پسندیدہ تھی۔ اس لیے یہ عقیدہ کہ خدا و رسول کے نزدیک حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہیں غلط ہے۔

(۸) امامت و خلافت کے لیے عصمت شرط نہیں۔ کیونکہ ابوبکر و عمر و عثمان معصوم نہ تھے۔ حالانکہ وہ بقول حضرت علی علیہ السلام خلیفہ و امام تھے

(۹) چونکہ ابوبکر و عمر و عثمان امام تھے اسلیے اُن کی اطاعت لازم ہے

(۱۰) چونکہ ابوبکر و عمر و عثمان کی اطاعت بھی لازمی ثابت ہوئی۔ اس لیے شیعوں کا یہ عقیدہ کہ آئمہ اہل بیت کے سوا کسی کا قول فعل حجت نہیں غلط ہے۔

ثلث عشرۃ کاملۃ

پھر اسی نہج البلاغۃ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ مقولہ درج ہے۔

لا تکفوا عن مقالۃ بحق او مشورۃ بعدل فانی لست بفوق ان اخطی ولا امن من ذلک فی فعلی

حق بات اور درست مشورہ سے تم باز نہ رہو۔ کیونکہ خطا سے میں برتر نہیں ہوں اور نہ میں اپنے فعل میں خطا سے مامون ہوں۔

اس قول سے چند باتیں ثابت ہوئیں

(۱) اول یہ کہ حضرت علی خطا سے محفوظ و معصوم نہ تھے۔

(۲) جو معصوم نہ ہو وہ عقلاً مفترض الطاعت نہیں ہو سکتا

(۳) اس لیے حضرت علی مفترض الطاعۃ نہیں تھے۔

(۴) چونکہ حضرت علی معصوم و مفترض الطاعت نہ تھے۔ اس لیے دیگر آئمہ بھی معصوم و مفترض الطاعت نہ تھے۔

(۵) پس شیعوں کا یہ عقیدہ کہ دوازدہ امام معصوم و مفترض الطاعت تھے غلط ہے۔

اصحاب آئمہ کی جماعت کا بھی یہی عقیدہ تھا چنانچہ ملا مجلسی حق الیقین صفحہ ۵۰۲ میں لکھتے ہیں۔

"از احادیث ظاہر میشود کہ جمعے از راویان کہ در اعصار آئمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بعصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علمائے نیکوکار می دانستہ اند چنانچہ از رجال کشی ظاہر میشود و مع ذلک آئمہ علیہم السلام حکم بایمان بلکہ عدالت ایشان میکردہ اند"

مولانا! اب آپ انصاف فرمائیں کہ اگر آئمہ اثنا عشر معصوم و مفترض الطاعۃ ہوتے تو جو اصحاب آئمہ کو معصوم و مفترض الطاعت نہیں جانتے تھے بلکہ صرف علمائے نیکوکار جانتے تھے آئمہ اُن کو مومن و عادل کیوں فرماتے۔ پھر مجالس المومنین میں لکھا ہے۔

"در کتاب مختار از سعید منقول است کہ گفت روزے در خدمت امام جعفر علیہ السلام بودم کہ دو کس در مجلس اذن دخول طلبیدند۔ و آن حضرت ایشان را اذن کرد۔ چون بنشستند یکے از ایشان از اہل مجلس پرسید کہ آیا در شما امام مفترض الطاعت ہست؟ آن حضرت فرمودند کہ چنین کسے درمیان خود نمی شناسیم۔ او گفت در کوفہ قومے ہستند کہ زعم ایشان آنست کہ در میان شما امام مفترض الطاعت موجود است و ایشان دروغ نمیگویند بلکہ صاحب تقویٰ و اجتہاد اند۔ و از جملہ ایشان عبداللہ یعفور و فلاں و فلاں اند۔ پس آنحضرت فرمودند کہ من ایشان را بایں اعتقاد امر نکردہ ام۔ گناہ من دراں چیست"

دیکھیے امام جعفر علیہ السلام امام مفترض الطاعۃ ہونے سے خود انکار فرماتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور ثبوت آپ کیا چاہتے ہیں؟

اب ایک امر اور تحقیق طلب باقی رہ گیا کہ وہ مشہور خطاب "یعنی رافضی" آپکو سنیوں نے دے رکھا ہے یا یہ خطاب آپکو من جانب اللہ عطا ہوا ہے۔ اسکی نسبت ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ کافی کی کتاب الروضہ سے ایک حدیث پیش کیے دیتے ہیں۔

سلیمان نے امام جعفر صادقؑ سے شکایت کی کہ مخالفین نے ہمارا نام بہت سخت رکھا ہے

فقال ابوعبداللہ علیہ السلام الرافضۃ قال نعم فقال لا واللہ ما سموکم بل اللہ سماکم

تو فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے رافضی؟ تو میں نے کہا کہ ہاں امام نے فرمایا کہ واللہ یہ نام تمھارا مخالفوں نے نہیں رکھا بلکہ اللہ نے تمھارا یہ نام رکھا ہے۔

مولانا صاحب! اس مختصر تحریر سے آپ کو اپنے عقائد کی حقیقت معلوم ہو گئی ہوگی اور اُمید ہے کہ آپ اپنی غلطی کا اعتراف کرینگے با ایں ہمہ اگر آپ کو اپنے عقائد کی صحت پر اصرار ہو تو میری گذارش ہے کہ براہ مہربانی آپ حضرۃ علی کرم اللہ وجہہ کے خلیفہ بلا فصل اور آئمہ اثنا عشر کے معصوم و مفترض الطاعت ہونے کے ثبوت میں کوئی آیۃ قطعیۃ الدلالۃ یا حدیث صحیح مرفوع متصل غیر معارض آیات و احادیث صحیحہ پیش کریں۔ اگر آپ ایسی آیۃ یا حدیث صحیح پیش کرینگے تو آپ کی خدمت میں فی آیت یا حدیث ایک روپیہ نذر کیا جائے گا۔

راقم خاکسار صادق حسین مختار عدالت سابق ایڈیٹر و پروپرائٹر اخبار اظہار الحق و رسالہ صبح صادق اٹاوہ

۱۳ر دسمبر ۱۹۰۳ء

تفسیر القرآن کا ماہواری نمبر

جنوری ۱۹۰۴ء سے ان شاء اللہ العزیز باقاعدہ شائع ہونا شروع ہوتا ہے۔ جو الحکم کے چوتھے نمبر کے ساتھ روانہ ہوا کرے گا۔ یہ جلد ۲ کا پہلا نمبر قرار دیا جائے گا۔

مختصر نوٹ اور نکات

سخن گفتنی و شنفتنی

۹ جنوری ۱۹۴۱ء کو قادیان سے دو معزز مہمان رخصت ہونے والے تھے وہ حضرت حکیم الامۃ کی خدمت میں بھی بغرض حصول ملاقات حاضر ہوئے اور ایک صاحب نے فرمایا کہ

"آپ کی باتیں بھی بہت ہی دلچسپ اور مزہ دار ہیں"

یہ ایک جملہ کا حاصل مطلب تھا۔ اس پر حکیم الامۃ نے جو کچھ فرمایا وہ اس قابل نہیں کہ آب زر سے اُسے لکھا جاوے بلکہ اس قابل ہے کہ اُس پر عمل کیا جاوے۔ آپ نے فرمایا۔

میں قوال کی نسبت فعال کو پسند کرتا ہوں

یعنی بہت کہنے والے کے مقابلہ میں کرنے والے کو ترجیح دیتا ہوں۔ حقیقت میں حکیم الامۃ کا یہ جملہ گفتنی و شنفتنی کا مصداق ہے خدا کرے ہم اس پر غور کرنے والے نہ ہوں بلکہ اس پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین۔

تائید دین کی انتہا کیا سمجھی جاتی ہے؟

عام طور پر مسلمانوں نے یہ تو سمجھ لیا ہے کہ مسلمانوں کی عام حالت گری ہوئی ہے اور ان کی مذہب کی طرف سے بے پروائی اور بھی ان کی ذلت کا موجب ہو رہی ہے۔ باوجود یکہ مسلمانوں کی نکبت اور خستہ حالی کا اظہر من الشمس ہو گیا ہے لیکن اس کا علاج اور تائید دین کی عملی صورت اس وقت کیا قرار دی گئی ہے؟ مدرسے کھولنا اور انجمنوں کا قائم کرنا ہی تائید دین کا اصلی ذریعہ سمجھا گیا ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ نہیں سمجھتے کہ دین کیا چیز ہے؟ اور انسانی ہستی کی انتہائی اغراض کیا ہیں، اور ان کے حصول کا کیا طریق؟

جب سرے سے دین اور اسکی تائید کی صورتوں سے ہی ناواقفی ہے پھر تائید کے کیا معنی؟ مسلمانو! غور کرو یہ تو آسمانی علوم ہیں جو زمینی تجویزوں سے حاصل نہیں ہو سکتے!!!

ان انجمنوں سے کیا سیکھو گے؟

مدرسوں اور انجمنوں کے قیام سے ہمیں کوئی شک نہیں کہ ترقیات کے زینہ پر انسان چڑھنے لگتا ہے لیکن وہ **اصل غرض جو تائید دین** کے مفہوم میں موجود ہے حاصل نہیں ہو سکتی اور آخری کامیابی ان تدبیروں سے ممکن نہیں یہ اشغال بنیادی طور پر فائدہ بخش ہوں تو ہوں لیکن اصل مدعا سے بہت دور ہیں شاید ان تدبیروں سے دماغی چالاکیاں پیدا ہوں یا طبیعتوں میں پرنٹی کی عادت اثر کر جاوے اور ذہن میں تیزی اور خشک منطق کا اثر پیدا ہو یا زیادہ سے زیادہ کوئی خطاب اور ڈپلوما مل جاوے لیکن اگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا تو کیا؟ سالہا سال کا تجربہ اور مشاہدہ بتا رہا ہے کہ مدارس کی کثرت اور انجمنوں کی کوشش نے کیا نتیجہ پیدا کیا ہے؟ تعلیمی رپورٹوں اور نقشوں کا معائنہ کرو۔ اور پھر دینی حالت کا اندازہ۔ اور اسکے ساتھ ہی جیل کی رپورٹوں اور جرائم کی فہرستوں کو بغور مطالعہ کرو۔ پھر معلوم ہو گا کہ کیا اثر ہوا ہے کہاں تک اخلاق فاضلہ میں ترقی ہوئی مذہبی شعار کی عظمت نے کتنے دلوں میں جگہ لیکر اُن کو عمل پر آمادہ کیا؟ یہ باتیں پھینک دینے کے قابل نہیں غور کرنے کے لائق ہیں جو تمہیں اس نتیجہ پر پہنچا دیں گی کہ پھر اصلاح کا کیا طریق ہے؟

دنیا روزے چند آخر کار با خداوند

جبکہ صحیح اور یقینی بات یہی ہے تو پھر رسمی علوم فنون کو حقیقی نجات کا ذریعہ قرار دے لینا یا ان کی اشاعت ہی میں تمام کوششوں کو صرف کر دینا تائید دین سمجھ لینا خام خیالی ہے۔ یقیناً سمجھو کہ فلاح عاقبت کی اُمیدوں کا تمام دار و مدار اور انحصار رسمی علوم کی تحصیل پر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فلاح عاقبت کے لیے اس **آسمانی نور** کے اُترنے کی ضرورت ہے جو شکوک و شبہات کی آلائش کو دور کرتا ہے اور ہوا و ہوس کی آگ کو بجھاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی سچی محبت اور سچے عشق اور سچی اطاعت کی طرف کھینچتا ہے

یہ بالکل سچ ہے کہ وہ کامل تقینی اور معرفت جو تعلقات نفسانیہ سے چھڑا کر **حقیقی نجات** تک لے جا سکتی ہے انسانی تجویزوں اور تدبیروں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور انسانی فلسفہ اسجگہ کوئی مدد نہیں دے سکتا بلکہ یہ یقین یہ معرفت اور نور ہمیشہ ہمیشہ خدا تعالیٰ اپنے خاص اور برگزیدہ بندوں کے ذریعہ سے ظلمت کے وقت آسمان سے نازل کرتا ہے آج بھی

نور آسمان سے اُترا ہے

یہ وہی نور ہے جو ایک صالح بندہ کو دکھایا گیا تھا کہ **قادیان میں اُترا ہے اور اس سے اُس کی اولاد محروم رہی** سوچنے والے سوچتے ہیں اور جاننے والے جانتے ہیں لیکن **مبارک** وہی ہیں جو اس **نور** سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ افسوس اُن پر جو محروم اور بد قسمت ہیں۔

انبیاء علیہم السلام اور متکلمین کی تقریروں کا فرق

چہ نسبت خاک را با عالم پاک اسی محل اور موقع کے لیے زیادہ موزون اور مناسب ہے۔ متکلمین لیکچراروں کو اپنے لیکچر سے کیا غرض ہوتی ہے؟ ان کی غرض صرف اظہار لیاقت اور سننے والوں سے تحسین و واہ وا کی صداؤں کا سُننا چیز لینا اپنی خیالی منطق سے اپنے مقصد مطلب قضیے جما کر نتائج نکالنا۔

برخلاف اس کے انبیاء علیہم السلام کی غرض ہوتی ہے **بنی نوع انسان کی حقیقی بھلائی** اور اسی غرض کو مد نظر رکھ کر وہ تقریر کرتے ہیں ان کی تقریروں میں پیچ در پیچ جملے معترضے اور معلق فقرے نہ پائیں گے بلکہ ان کے کلام میں ایک **سادگی** ہوتی ہے جو اس تقریر کا **حسن ظاہری** کہلاتی ہے جو کچھ اُن کے دل میں اُبلتا ہے وہ دوسروں کے دل پر ڈالتے اور اسی لیے ع

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

کے مصداق ان کی تقریریں ہوتی ہیں۔ ان کی تقریر کا **موضوع** اور **مادہ** کیا ہوتا ہے وہی لوگ جو ان کے گرد و پیش بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں ان کے امراض روحانی کا علم اور علاج اسی لیے ان کے کلمات قدسیہ عین محل اور حاجت کے وقت پر ہوتے ہیں

ان کی غرض سُننے والوں کو کہانی سنا کر ہنسانا یا بہلانا نہیں ہوتی بلکہ وہ اُنکو بیمار پا کر اُن کے درد و اسقام سے مطلع ہو کر نسخے علاج کے لیے تیر بہدف نسخے بتلاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی کلام خیر الکلام ما قل و دل کے مصداق ہوتی ہے اس میں لفظ کم اور معانی بہت ہوتے ہیں۔ اگر چاہتے ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے طرز کلام کو دیکھو اور خود اپنے کانوں سنو تو اس کی راہ ہم بتاتے ہیں مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور آؤ اسکی پاک مجلس میں بیٹھو تمھیں خود معلوم ہو جائیگا

کہ نبی کس طرح کلام کیا کرتے ہیں؟

کامیابی ہی اعلیٰ معجزہ ہے

نبیوں اور رسولوں کی کامیابی جو اُن کو اپنے فرض منصبی میں ہوتی ہے اُن کا زبردست معجزہ وہی ہوتی ہے گو اور خوارق اور نشانات بھی اُنسے سرزد ہوتے ہیں مگر ان نشانات کی غرض و غایت جماعت کے ایمان کی تقویت اور انکو مدارج سلوک کے طے کرانے ہوتے ہیں۔ اس معجزہ کی عظمت اور شوکت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب وہ کامیابی اس اصلاح اور فلاح میں ہو جو اس نبی کی بعثت کی غرض ہوتی ہے۔

اسی معیار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی دنیا کی تاریخ میں **لا نظیر** کامیابی ہے اور اس لیے ہم اسکو **عظیم الشان معجزہ** یقین کرتے ہیں جسکی نظیر ان منکروں اور نکتہ چینوں سے مانگتے ہیں جو آپ کے معجزات یا رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ جو جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی اور آپ نے اپنے انفاس طیبہ کی برکت و تاثیر سے جو اصلاح اُس جماعت کی کی کیا کہیں اسکی نظیر ہے؟ ہم مانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ بن عمران کو ایک جماعت دی گئی تھی لیکن قرآن شریف کو پڑھنے والے نہیں نہیں بلکہ بائبل اور یہودیوں کی عام تاریخ کو پڑھنے والے بھی بخوبی جانتے ہیں کہ یہ قوم کیسی متمرد اور سرکش تھی اور روحانی صحبت اور صدق قدم سے کسقدر دور اور مہجور تھی۔ اپنے سید و مولیٰ امام کے لیے اُن میں حسن ظن اور اخلاص کس درجہ کا تھا؟

برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جماعت ملی اُسکو دیکھو کہ اُسنے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کر لی تھی کہ اسلامی اخوت کی رو سے پچ مچ عضو واحد کی طرح ہو گئی تھی۔ اور اُن کے روزانہ برتاؤ اور زندگی ظاہر و باطن میں انوار نبوۃ ایسے رچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویریں تھیں۔ بس اس سے بڑھ کر کوئی کیا ہو گا؟ اور اس سے بڑھ کر پاک تبدیلی کس نبی کی صحبت میں کب ہوئی کہ بخش اور بت پرستی کرنے والے کامل خدا پرستی تک پہنچ گئے اور ہر دم دُنیا میں غرق رہنے والے محبوب حقیقی سے ایسا شدید تعلق پیدا کر بیٹھے کہ اُسکی راہ میں جانوں کے دینے سے دریغ نہ کیا۔

دنیا میں اصلاح کے لیے ریفارمر آئے اور پاک لوگوں کے آنے والوں میں ایسی حیرت انگیز تبدیلی کا کوئی نمونہ دکھائی دے۔

عیسائیو! اپنے خدا کی بھیڑوں اور یسوع کے بروں میں جو ناصرہ کی گلیوں میں اور گلیل کے کوچوں میں طیار ہوئے تھے کیا ایسی حیرت انگیز تبدیلی کا اثر دکھا سکتے ہو؟ **وادعوا شہداء کم ان کنتم صدقین وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین۔**

اس قدر عظیم الشان انسان دنیا میں اصلاح کے لیے آیا اور یہ فخر اُسے **حاصل ہوا؟** پھر نادان کہتے ہیں کہ مسیح محمدی کو مسیح موسوی پر شرف نہیں شرم! شرم!! شرم!!!

ایک مقدمہ کا فیصلہ ہوگیا

رنگ لایا ہے ہمارا خونِ جگر مدت کے بعد
گل کھلیں گے اور بھی ہے کچھ ابھی مہندی کا رنگ

ہمارے ناظرین نہایت ہی شوق اور بیقراری کے ساتھ ان مقدمات کے فیصلہ سننے کے منتظر ہیں جو گورداسپور میں ہماری جانب سے یا ہم پر دائر ہیں۔ لیکن ابھی انکو قریباً ہندوستان کی مذہبی دنیا کو کم از کم کل مقدمات کا فیصلہ سننے کے واسطے ایک عرصہ تک انتظار کرنا پڑے گا۔

مقدمات کے دائر کرنے کے وجوہات اس مقدمہ بازی پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات اسوقت ہم بیان کرنے کے لیے وقت اور موقع نہیں پاتے اور اپنے وقت پر اسپر مفصل لکھا جاوے گا ان شاء اللہ اسوقت ہم صرف ایک مقدمہ کے متعلق جسکا فیصلہ ۱۴ر جنوری ۱۹۰۴ء کو **رائے چندو لال صاحب** مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور نے سنایا ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور اس مختصر مضمون میں کل مقدمہ کا خاکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں یہ مقدمہ وہ مقدمہ ہے جو الحکم میں مقدمہ دغا زیر دفعہ ۴۲۰ کے نام سے ظاہر کیا جا رہا ہے۔

یہ مقدمہ کب دائر ہوا اور کیونکر؟	ناظرین کو اسکے حالات اور کوائف پر پوری اطلاع پانے کے لیے یہ یاد رکھنا چاہیے کہ

اعجاز المسیح جو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی تصنیف ہے جو ۷۰ دن کے اندر باوجودیکہ چار جزو کا وعدہ تھا ساڑھے بارہ جزو پر شائع ہوگئی اور ۲۳ر فروری ۱۹۰۱ء کو **پیر گولڑی** کو بصیغہ رجسٹری بھیجی گئی اور بالمقابل پیر صاحب کی طرف ستان ستر دن کے اندر چار جزو اور ساڑھے بارہ جزو تو کجا ایک آدھ صفحہ بھی اعجازی عربی تفسیر کا شائع نہ ہوا۔ اور ۱۸ سطر جیسر **الہام مَنَعَهٗ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ** پورا ہوگیا پیر گولڑی کی علمیت۔ عربی دانی اور قرآن دانی کا راز طشت از بام ہوگیا۔ **پیر صاحب** نے اپنی اس ندامت کو دور کرنے کے لیے بڑی جد وجہد کی اور آخر **محمد حسن فیضی** کے نوٹوں کو جو اُسنے اعجاز المسیح پر لکھے تھے حاصل کرکے اعجاز المسیح کے رد میں **سیف چشتیائی** کا ایک حصہ مخصوص کرکے شائع کردیا۔ اور یہ الزام لگایا کہ اعجاز المسیح سرقہ ہے اور اس طرح خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشان کی بیحرمتی کی ۔ محمد حسن فیضی نے اعجاز المسیح کے رد کا ارادہ کیا تھا اور ابھی نوٹ ہی لکھنے پایا تھا کہ فوت

ہوگیا اور خدا نے اُسکو اپنے اس ارادہ میں نامراد رکھا مگر پیر گولڑی نے اس کتاب کو شائع کردیا اور ساری کتاب میں کہیں ذکر نہ کیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اس سحر کو پاش پاش کردیا اور راز سربستہ کھولدیا۔

مولوی کرم دین ساکن بھیں اور شہاب الدین شاگرد مولوی کرم دین وغیرہ نے اپنے خطوط کے ذریعہ اطلاع دی کہ پیر گولڑی کی کتاب سیف چشتیائی بجائے خود فیضی کا سرقہ ہے اور ان اصلی نوٹوں کے دکھلانے کا وعدہ کیا جسپر حکیم فضل الدین صاحب بھیں گئے اور ان نوٹوں کو چندروپے دیکر خرید لیا۔

ان سب خطوط کی بنا پر الحکم مورخہ ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون پیر گولڑی کی کی اس چوری پر شائع ہوا جسنے گولڑی کی جماعت میں ایک اضطراب اور تزلزل پیدا کیا۔ مولوی کرم دین چونکہ گولڑی کی جماعت کو ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا اور اپنا نام مخفی رکھنا چاہتا تھا اور ہمنے قرآن شریف کے احکام کے ماتحت اسکی پرواہ نہ کی اس کا نام ظاہر کردیا جس سے برافروختہ ہوکر اس نے سراج الاخبار جہلم مورخہ ۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون طبع کرایا کہ یہ فیضی کے نوٹ نہیں ہیں اور پیر گولڑی نے سرقہ نہیں کیا وغیرہ وغیرہ مرزا صاحب سے ہماری خط و کتابت نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ آخر اس کے فیصلہ کے لیے بجز اسکے اور کوئی راہ نہ تھا کہ بذریعہ عدالت فیصلہ ہو کہ آیا یہ نوٹ واقعی محمد حسن فیضی کے ہیں یا نہیں پیر گولڑی نے ان کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے یا نہیں پیر صاحب نے اپنی کتاب میں حوالہ دیا ہے یا نہیں۔ اور سیف چشتیائی کا وہ حصہ جو اعجاز المسیح کی تردید میں ہے اسطرح سرقہ ہے یا نہیں۔ چنانچہ ۳۰ر نومبر ۱۹۰۲ء کو یہ استغاثہ لالہ گنگا رام صاحب مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کی عدالت میں دائر کیا گیا۔ اور ایک لمبی دوڑ کے بعد ۱۴ر جنوری ۱۹۰۴ء کو پورے چودہ مہینے کے بعد اس کا فیصلہ سنایا گیا۔

مقدمہ کے دوران میں کیا کیا کارروائی ہوئی۔ جب مفصل روئداد مقدمہ کی شائع ہوگی ہر وقت ظاہر ہوگی۔ پیر مہر علی شاہ کو بطور گواہ طلب کیا گیا اور کسطرح پیر اصغر نے اس پیالہ شہادت کے پینے سے بچنا چاہا یہ سب باتیں تفصیل طلب ہیں اور اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

غرض

کہ مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا گیا کہ وہ خطوط جو حکیم فضل الدین صاحب کی طرف سے عدالت میں پیش ہوئے تھے کہ وہ کرم دین یا اُس کے شاگرد شہاب الدین کے لکھے ہوئے ہیں اور نیز اصحاب یا اُن کی جماعت کے افراد کے نام ہیں اور جو مضمون سراج الاخبار ۶ر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں

کرم دین کے نام سے چھپا تھا جنہیں ہر دو یعنی خطوط اور مضمون سراج الاخبار سے کرم الدین عدالت میں انکاری تھا اور کہتا تھا کہ یہ خطوط وغیرہ میرے نہیں ہیں وہ سب اسی کے ثابت ہوکر لیکن کرم دین پر بقول مجسٹریٹ جرم دغا زیر دفعہ ۴۲۰ ثابت نہ ہوا۔ بیچارے گولڑی کا اب کیا حال ہوگا جبکہ عدالت کے جوڈیشل فیصلہ سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ وہ تمام خطوط مولوی کرم دین کے ہی بھیجے ہوئے ہیں جن میں سے ایک خط میں وہ پیر گولڑی کو یہ سارٹیفکیٹ عطا کرتا ہے۔

میاں شہاب الدین کو خاکسار نے ہی اس امر کی اطلاع دی تھی کہ **پیر صاحب** کی کتاب میں اکثر حصہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے اُن نوٹوں کا ہے جو مرحوم نے کتاب اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے حواشی پر اپنے خیالات لکھے تھے وہ دونو کتابیں پیر صاحب نے مجھسے منگوائی تھیں **اب واپس آگئی ہیں اور مقابلہ کرنے سے وہ نوٹ باصلہ درج کتاب پائے گئے۔ یہ ایک نہایت سارقانہ کارروائی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھکر اپنی طرف منسوب کرلیے اور اُس کا نام تک نہ لیا**

اور پھر اسی خط میں لکھا ہے

جس میں اُنھوں نے اعتراف کیا کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ اُنھوں نے چُرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے۔

اس خط اور دوسرے خطوط کو جو کرم دین کے نام سے شائع ہوئے ہیں مجسٹریٹ صاحب نے کرم دین ہی کے قرار دیے ہیں جنکو اس نے اپنے حلفی بیان کے نیچے کہا تھا کہ میرے نہیں ہیں اور سراج الاخبار جہلم میں لکھا تھا کہ میری خط و کتابت نہیں

اب عدالت نے تو اس پردہ کو کھولدیا ہے پیر صاحب بھی اس راز کو ظاہر کردیں اور پبلک کو زیادہ انتظار میں کیا واقعی انھوں نے جیسا کہ کرم دین نے لکھا ہے **سارقانہ کارروائی ہے اور محمد حسن کے نوٹ چُرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے؟** یا کرم دین اس خط کے مضمون میں جھوٹ بولتا ہے۔ اُمید ہے کہ

پیر صاحب اب زیادہ عرصہ تک پبلک کو منتظر نہ رکھیں گے۔ اور بہت جلد ہی نزوع الصنائع کے علاج کے لیے اس معاملہ پر قلم اُٹھائیں گے (بشرطیکہ ان کی صحت درست ہو اور ڈاکٹروں کے علاج سے اُنکو مخلصی ہوگئی ہو اور خدا کرے کہ ہوگئی ہو) پیر صاحب کے مخلص اور وفادار مریدوں سے خصوصاً التماس ہے کہ وہ پیر صاحب کی اپنی تحریر اس معاملہ کے متعلق شائع کرادینگے ورنہ پبلک کا حق ہے کہ وہ یہی سمجھے کہ **بے شک پیر صاحب نے مضمون چُرایا ہے** جیسا کہ کرم دین لکھتا ہے۔ اور یہ نتیجہ کہ جب سراج الاخبار والا مضمون بھی کرم دین کا ہے اور خطوط بھی کرم دین کے اور پھر ایک دوسرے کی تردید ہے اور اپنے حلفی بیان میں وہ خطوں سے انکاری ہے اور سراج الاخبار کے مضمون سے بھی انکاری ہے سراج الاخبار کا لائق ایڈیٹر بطور محاکمہ کے شائع کرنا اپنا فرض سمجھے کہ **ان بیانات میں سے سچا کون اور جھوٹا کون ہے؟** بلکہ انجمن نعمانیہ لاہور کا بھی فرض ہے کہ وہ اس معاملہ پر کچھ لکھے اور ان والا شان معززین کو جن کے خطوط مقدمہ میں پیش کیے گئے ہیں یہ دونوں مضمون غور سے پڑھ کر قول فیصل لکھنا چاہیے اس نادر موقعہ کو پیسہ اخبار کے لائق ایڈیٹر بھی ہاتھ سے نہ دیں کیونکہ پیسہ اخبار میں امداد کرم دین کے لیے اپیل شائع ہوا تھا اب اچھا موقعہ ہے کہ اس معاملہ پر روشنی ڈالی جاوے۔

کرم دین کے سچ جھوٹ پر اگر موقع ابھی نہیں آیا تو کم از کم پیر گولڑی کی سیف چشتیائی کا فیصلہ ہونا چاہیے کہ وہ کرم دین کے خط کے موافق **سارقانہ کارروائی ہے یا نہیں۔**

ہمکو

بیچارے پیر صاحب کی حالت پر بہت افسوس ہے دوران مقدمہ میں انکو بڑی کشمکش رہی اور ان کی حالت صحت بھی بگڑتی رہی مگر آخری فیصلہ ان کے حق میں **معیبہ ثابت نہیں ہوا۔** اور پبلک کو حق ہوگیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ پیر صاحب نے واقعی

سارقانہ کارروائی کی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھکر اپنی طرف منسوب کرلیے اور اُس کا نام تک نہ لیا

(بخط مولوی کرم دین)

ہم اسپر ابھی اور تفصیل سے لکھینگے ذرا پیر صاحب کا انتظار کرلیں۔ روئداد مقدمہ جو سراج الاخبار چھاپ رہا تھا جبکہ پہلا نمبر شائع کیا تھا ہمیں اس معاملہ پر انصاف اور دیانت داری سے روشنی ڈالی جانی چاہیے

فی الجملہ

ایک مقدمہ کا خاتمہ بہر حیر ہوگیا ہے۔ گورداسپور

کی پبلک کو ان مقدمات سے اچھی دلچسپی رہی یہاں تک کہ بعض مجسٹریٹ بھی دلچسپی سے حالات سنتے تھے خصوصاً جناب مرزا اعظم اللہ خان صاحب کو بہت دلچسپی تھی۔ حضرت اقدس کی شہادت جب اس مقدمہ میں ہوئی تھی تو کئی مجسٹریٹ سننے کو موجود تھے۔

اس امر کا ذکر کرنا بھی خالی از دلچسپی نہیں کہ گورداسپور میں ہمارے مخالف یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ ہمکو کوئی مکان رہنے کے لیے نہ ملے اور اس کوشش میں بڑے بڑے آدمیوں نے حصہ لیا جنکا حصہ لینا ہر طرح سے نامناسب تھا۔ مگر خدا تعالے کا شکر ہے کہ وہ اس منصوبہ میں کامیاب نہیں ہوئے۔

اس عدالت میں اس مقدمہ کا خاتمہ ہوگیا اب آیندہ دیکھنا ہے کیا ہوتا ہے

لیکن

یہ زمانہ میں یادگار رہیگا کہ عدالت کے فیصلے کے موافق **پیر مہر علی شاہ نے سرقہ مضمون فیضی کا کیا ہے** کیونکہ کرم دین نے اپنے خطوط میں جو فیصلہ عدالت سے اسی کے ہیں اس امر کا اظہار کیا ہے

اس لیے

اس مقدمہ کا نتیجہ پیر گولڑی کے حق میں تو اسی قدر ہوا کہ انکی کتاب **فیضی کا سرقہ ثابت ہوئی**

اور

مولوی کرم دین صاحب دبیر ابوالفضل کے لیے اسقدر کہ انھوں نے پہلے خط لکھے اور پیر کو **سارق مضمون قرار دیا بعد میں اس کی پردہ پوشی کے لیے سراج الاخبار میں لکھدیا کہ کوئی خط نہیں لکھا اور نوٹ خام نویس لڑکے سے لکھوائے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور حلفی بیان کے ماتحت کہا کہ مضمون لکھا اور نہ خط لکھا۔** اب نتیجہ جو کچھ ہو وہ خود ہی بیان کریں تو اچھا ہے۔ آیندہ جو کچھ ہوگا وہ دیکھا جاوے گا +

باقی مقدمات میں حکیم فضل الدین صاحب نے اور ایڈیٹر الحکم نے اس بنا پر درخواستیں دیں کہ وہ ان مقدمات کا انتقال چیف کورٹ سے کسی دوسری عدالت میں کرانا چاہتے ہیں بالفعل کل مقدمات ایک ماہ کے لیے ملتوی ہوگئے ہیں۔

رسالہ سراج الحق

وفات مسیح پر کافی بحث۔ قیمت ۲ علاوہ محصولڈاک۔ خاکسار سراج الحق نعمانی سے طلب کرو۔ از قادیان

مذہبی دنیا پر سرسری نظر

لاہور میں عظیم الشان مذہبی جلسہ

کسی دوسری جگہ ہم نے انجمن فرقانیہ لاہور کے واجب الاحترام سکرٹری کی ایک چٹھی شائع کی ہے۔ اُمید ہے کہ ناظرین غور سے پڑھیں گے یہ جلسہ جس شان اور عظمت کا ہوگا اس کا اندازہ قبل از وقت ہے لیکن اس جلسہ کی حیثیت کا پتہ اس امر سے لگ سکتا ہے کہ

خدا کا مامور و مرسل مسیح موعود علیہ السلام

اس موقع پر اپنا پیام لاہور جیسے مختلف مذاہب کے مرکز میں اہل ملک کو پہنچائیگا جلسہ کے اہتمام اور انصرام کے لیے جس قدر سعی اور کوشش کی ضرورت ہے کاہو کی انجمن فرقانیہ کے سرگرم ممبروں سے پوری اُمید ہے تاہم سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ہر ممبر کا فرض ہے کہ وہ لاہور کی جماعت کو ہر طرح سے اس قابل بنانے کے لیے طیار رہے کہ وہ اس عظیم الشان جلسہ کا پورا انتظام کرسکیں۔ انجمن فرقانیہ لاہور کے قابل اور تجربہ کار سکرٹری صاحب کی خدمت میں اسقدر عرض کردینا غالباً بے محل نہ ہوگا کہ وہ **محکمہ ریلوے سے خط و کتابت کرکے رعایتی کرایہ کی منظوری حاصل کریں** تو دور دراز کے احباب کو بھی شمولیت کا موقع مل سکے گا + جلسہ کی تاریخوں کے انعقاد کے متعلق جب صحیح فیصلہ ہو جائے گا اُسوقت اطلاع دیجاوے گی +

مفتری کیسے ذلیل ہوتا ہے

وہ شخص بھی بڑا ہی مفتری ہے جو آیات اللہ کی تکذیب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مفتری کو مہلت ملجاتی ہے + الحکم کے ناظرین مفتری الیاس ڈاکٹر ڈوئی کے نام سے خوب واقف ہیں۔ یہ وہی شخص ہے جسکو حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے دعوت مقابلہ کی تھی الحکم کے کالموں میں ڈاکٹر ڈوئی کا تذکرہ پہلے پہل ۱۰ جنوری ۱۹۰۱ء کے الحکم صفحہ ۱۲ کالم ۳ میں کیا گیا ہے۔ ناظرین الحکم کے ایمان کو تازہ کرنیکے لیے ہم اس نوٹ کو جو الحکم نمبر اول جلد ۵ میں شائع ہوا ہے یہاں درج کرتے ہیں۔

اور وہ یہ ہے

بےگناہ شہر

امریکہ میں جو آج کل ایجادات کی حالت سے نئی دنیا ہے ڈاکٹر ڈوئی صاحب کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ وہ ایک شہر آباد کرتے ہیں جسکو وہ بیگناہ شہر کے نام سے پکارنا چاہتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ کوئی شخص گنہگاری کی زندگی بسر کرنے والا اس میں آباد نہ ہو۔ ڈاکٹر صاحب کوڑی تو دور کی لاتے ہیں مگر ہمکو یہ خیال دامنگیر ہے کہ ڈاکٹر صاحب خود عیسائی رہ کر عیسائی دنیا میں عیسویت کے اصول کو مدنظر رکھکر اس قسم کا شہر آباد کریں !!! عیسائی مائی تہالوجی نے کفارہ کی کل ٹھیک بٹھانے کے لیے یہ اصول قرار دے لیا ہے کہ کوئی شخص بےگناہ قرار دیا جائے تو عیسائیت کا سارا تار و پود کھل جاتا ہے اور یسوع کی صلیب بے داری (خواہ اُسکو ملعون بناکر خدا سے قطع تعلق ہی کیوں نہ کرادے) ایک بےسود بات ہو جاتی ہے غرض ڈاکٹر صاحب عیسویت یا لوسویت کی بنا پر ایسا شہر آباد نہیں کرسکتے اور اگر پادریوں اور کیتھولک فادر نے اس مسئلہ پر غور کی تو ڈاکٹر صاحب کی سخت مخالفت کرینگے کیونکہ جب گنہگار ہی نہ رہے تو مسیحی قربانی کس مرض کی دوا ٹھیرے گی اور کیتھولک کے یہاں اقرار گناہ کی آمدنی کا صیغہ موقوف ہو جائے گا۔ جب تک کفارہ کا مسئلہ اور صلیب پرستی ہے اُسوقت تک ڈاکٹر صاحب کو ایسی کامیابی نہیں ہوسکتی کیونکہ امریکہ کی ثروت اُسپر آزادی خیالات اور اُسپر کفارہ کا اصول سمند ناز پر ایک اور تازیانہ ہوا۔ والامعاملہ ہے۔ اور یہی وہ راز ہے جو ان ممالک کے فسق و فجور کی زندگی کی تہ میں کام کر رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر واقعی ایسا شہر آباد کرنا چاہتے ہیں تو **اسلامی اصول** کی بنا پر اور مسیح موعود میں زندہ ایمان اور گناہ سوز فطرت پیدا کرنے والا ایمان لیکر کسر صلیب کے لیے عزم بالجزم کرکے اس شہر کی بنیادی اینٹ بسم اللہ پڑھ کر رکھیں تو کامیابی کی ایک راہ نکل سکتی ہے۔ ورنہ صلیب کے سایہ میں ایسا شہر !

این خیال ست و محال ست و جنوں

صلیب پرستی نے انسانی قویٰ کو جو اخلاق فاضلہ ہیں برباد کردیا ہے۔

یہ نوٹ

آج سے تین سال پیشتر الحکم میں نکلا تھا۔ وہ شہر آباد کیا گیا۔ اور اسمیں جو کچھ دجالی رنگ پھیلایا گیا وہ ہمارے ناظرین عنقریب ایک مبسوط آرٹکل میں ان شاء اللہ پڑھینگے جو **مسیح موعود اور مفتری الیاس** کے عنوان سے شائع ہوئے والا ہے۔ حال یہ شہر چار ہزار روپے کے بالعوض قرق ہوا ہے

جس کی نالشیں نیو یارک میں ہوئی ہیں ڈوئی نے اپنے اخبارات میں بھی اس خبر کی تصدیق کردی ہے جو دسمبر ۱۹۰۲ء کے سول ملٹری گزٹ میں شائع ہوئی تھی۔ ڈوئی صاحب کی بیوی اور بیٹا تو اس سے ناراض ہو کر انگلستان کو چلدیے ہیں اور خود ڈوئی صاحب بھی مانند ی ڈوئی اور بوریا بدھنا باندھ کر عنقریب اس شہر کو

در و دیوار پر حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

کہتے ہوے چھوڑنے والے ہیں اگرچہ آپ رحلت کی وجہ سیر بتاتے ہیں مگر دنیا پر کھل جائے گا کیا معاملہ ہے ؟

ڈوئی صاحب مدراس بھی آنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔

ڈوئی کا باپ اصلی باپ نہیں

امریکہ کے اخبارات نے ڈوئی کے اپنے اور اسکے باپ کے بیان سے ظاہر کیا ہے کہ اسکا معروف باپ اسکا اصلی باپ نہیں ہے پھر ڈوئی کا باپ کون ہے ؟

آریہ گزٹ + ست دھرم پرچارک

آریہ گزٹ اور پرچارک کے درمیان + ضرب کی علامت دی گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آجکل ان دونوں اخبارات میں باہم قلمی جنگ ہو رہی ہے اسپر سناتن دھرم گزٹ رقمطراز ہے کہ " ناظرین یہ دونوں اخبار ماس اندرگھاس پارٹیوں کے ہیں آجکل ان اخبارات کے ذریعہ سوامی دیانند کو قبر سے کھودا جا رہا ہے اور آپس میں وہ جوت پیزار چل رہی ہے کہ اگر سناتن دھرم گزٹ وہی جواب دیتا جو یہ اپنے نمبروں میں ایک دوسرے کے برخلاف لکھ رہے ہیں تو شاید انکے حوصلہ کا نزلہ ایک دوسرے کو جانب کا فدکی طرح جذب نہ کرسکتا۔ مگر چونکہ یہاں سناتن دھرم گزٹ سے پالا نہیں اسلیے بہتر ہے کہ دونوں ہی دوسرے انکی بداندیش تحریروں کا جائزہ لیں۔"

اگرچہ یہ قلمی جنگ جو دونو اخباروں کے درمیان ہو رہی ہے ایک ناگوار رنگ اختیار کیے ہوئی ہے لیکن پبلک کو اس سے فائدہ پہونچنے کی اُمید ہے + اسلیے بہتر ہے کہ دونو اخبارات واقعات کو پیش کرکے پبلک کو فائدہ پہونچائیں۔

گرنتھ کا انگریزی ترجمہ

مسٹر مکالف کا ترجمہ ختم ہوگیا ہے اب وہ ولایت جانے والے ہیں یہ وہ بزرگوار ہیں جنھوں نے ثابت کیا ہے کہ سکھوں کے مذہب کے موافق گائے کے گوشت کی کہیں ممانعت نہیں ہے۔

مکالف صاحب کی اس تجدید سے سکھ ازم میں اصلاح ہوسکتی ہے۔ اور گاؤکشی کا جھگڑا ہمیشہ کیلیے طے ہوسکتا ہے۔ اگر سکھ صاحبان غور کریں ۔ ۔ ۔

حضرت مسیح موعود اور پایونیر

نمبر ۲ دوم

سلسلہ کے لیے دیکھو نمبر ۱ جلد ۵

خصوصیت کے ساتھ جبکہ اس مضمون میں پایونیر حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت رقمطراز ہے اور اسکا منشا در اصل مذہبی تحریک کو خطرناک بنانے سے یہ ہے کہ اس پاک تحریک کو جو دنیا میں حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہو رہی ہے خطرناک بنائے ۔ لیکن ہم ابھی آگے چلکر بتائیں گے کہ یہ پاک تحریک بنی نوع انسان کے لیے عامۃً اور گورنمنٹ کے لیے خاصۃً بہت ہی مفید ہے اور نافع ۔ امن اور صلحکاری کی بنیاد ڈالنے والی ہے اور دنیا میں ایک بہشت کا نمونہ قائم کرنا ہے جیکے عام نتائج ہیں کہ یہ

ہاں

ہم یہ اعتراف کرتے ہیں اور اسکے ماننے میں ہمکو کوئی شرم دامنگیر نہیں ہوتی کہ یہ تحریک اور سلسلہ عیسائی مذہب کی ہیکل کو گرا دینے کا موجب ضرور ہے اور صلیب پرستی اور مردہ پرستی کی لعنت سے دنیا کو چھڑانے اور رستگاری کا سچا ذریعہ ہوگا ۔ اس سلسلہ کا یہی احسان عام نہ ہوگا کہ دنیا ایک مردار پرستی سے نجات پا جائیگی اور حقیقی حی و قیوم خدا کی پرستش دنیا میں قائم ہوگی بلکہ یہ احسان خاص ناصرت کے مسیح پر ہوگا کہ اسکی رسالت ثابت ہوگی اور وہ اللہ تعالےٰ کا ایک برگزیدہ بندہ ٹھہرایا جاویگا اور اسکو اس لعنت سے بچا لیا جاوے گا اور اس سے بری ثابت کیا جاوے گا جو مسیح کے نادان دوستوں نے اس کے واسطے روا رکھی ہے ۔

ہم عیسائیوں کی اس نادانی اور سادہ لوحی پر سخت حیران ہیں کہ ایکطرف تو وہ مسیح جیسے انسان کے لیے جسکو انجیل میں نور مانتے ہیں اور پھر نور ہی نہیں بلکہ خدا کا بیٹا اور اسکا ہمتا اور خود خدا (نعوذ باللہ من ذالک)

اور باوجود اس کے اپنے خدا اور خدا زادہ کی یہ توقیر اور عظمت کر دہ ملعون بھی ہے حالانکہ لعنت ایک ایسی خطرناک کیفیت ہے جس سے انسان کا دل خدا تعالیٰ سے بکلی برگشتہ ہوکر دور اور مہجور ہوتا ہے اور ایسا ناپاک اور گندہ ہوجاتا ہے جسطرح جذام سے جسم گندہ اور کٹ جاتا ہے اور عربی اور عبرانی کے تمام اہل زبان متفق اللفظ ہوکر اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ ملعون یا لعنتی صرف اسی حالت میں کسیکو کہا جاتا ہے جبکہ اسکا دل اللہ تعالیٰ سے تمام تعلقات محبت اور معرفت عبودیت کو توڑ تاڑ کر شیطان کا بندہ اور غلام ہو جاتا ہے اور بجائے نور کا فرزند کہلانے کے شیطان کا فرزند ہو جاتا ہے اور خدا اُس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ لعین شیطان کا نام ہے پس یہی نام حضرت مسیح کے لیے تجویز کرنا اور ان کے پاک اور منور دل کو شیطان کے تاریک دل سے مشابہت دینا اور وہ جو بقول انکے خدا سے نکلا ہے اور وہ جو سراسر نور ہے اور وہ جو آسمان سے ہے اور وہ جو علم کا دروازہ ہے اور خدا شناسی کی راہ اور خدا کا وارث ہے اُسی کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ملعون ہوگیا اور خدا سے مردود ہوکر خدا کا دشمن ہوکر اور سیاہ دل ہوکر اور خدا سے برگشتہ ہوکر اور معرفت الٰہی سے نابینا ہوکر شیطان کا وارث بنگیا ۔ اس اعتقاد کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا ہے ۔ یہ بڑی بھاری غلطی اور خطرناک سوء ادبی ہے جو عیسائی قوم نے باوجودیکہ مسیح کو خدا بنایا ہے اُسکے لیے روا رکھی ہے ۔

پس اس غلطی اور سوء ادبی سے عیسائی قوم کو چھڑانا بے شک

اس پاک سلسلہ کی غرض ہے

اگر اس صورت میں یہ تحریک خطرناک ہو سکتی ہے تو پھر ہمکو پایونیر کی دانشمندی پر اور بھی افسوس کرنا چاہیے ۔ عیسائیوں کا عیسائی ہونیکی حیثیت سے یہ پہلا فرض ہونا چاہیے کہ وہ

مسیح کو لعنت سے چھڑائیں

جو ہم کرنا چاہتے ہیں اور ہمکو ہر قسم کی جائز امداد دینی چاہیے کیونکہ ان کے خدا پر سے یہ الزام دور کیا جاتا ہے

پس

اس تحریک میں اگر کوئی بات خطرناک ہے تو یہی ہے کہ یہ سلسلہ اس بات کو روا نہیں رکھ سکتا کہ وہ خدا تعالےٰ کے ایک برگزیدہ کی نسبت ملعون کا لفظ جو قریباً دو ہزار برس سے اسکی نسبت روا رکھا گیا ہے اور اسکی لعنت پر ایک نادان قوم نے اپنی نجات کا انحصار رکھا ہے ۔

کسی کا گھر جلے اور کوئی تاپے آگ

مسیح بیچارہ تو ملعون ہوا اور ایک قوم اسکی لعنت سے فائدہ اٹھائے اور اُسکو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھکر جو جی میں آئے کر گذرے ۔

اس پاک تحریک کی یہ بھی غرض ہے کہ کل دنیا کے سامنے حقیقی خدا پیش کرے اور اللہ تعالیٰ کی ہمہ قدس ہمہ قدرت ذات پر بھروسا کرنا اور اس سے سچا پیوند پیدا کرنا سکھلائے ۔ اور یورپ اور تمام عیسائی دنیا کو جو حقیقی خدا کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کو خدا بنا رہے ہیں اور عاجز انسان بھی وہ جو مر چکا ہے اس مردہ پرستی کے گڑھے سے نکالے اگر اس صلیب پرستی کی لعنت اور مردہ پرستی کی ذلت سے نکالنے کی تحریک کوئی خطرناک تحریک ہے تو پھر ان لوگوں کی حالت اور بھی واجب الرحم ہے جو اپنے مربی اور محسن کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور نافع اور معبد وجود کو مضر قرار دیتے ہیں ۔

ہم پایونیر کو اور بھی اصلاحیں بتلانے والے ہیں جو اس پاک سلسلہ کے ذریعہ نوع انسان میں کی جا رہی ہیں لیکن جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں ہمنے وعدہ کیا تھا ۔ فی الحال ہم پایونیر کو اپنے پرانے فائل دیکھنے کی تکلیف دیتے ہیں تاکہ اسے معلوم ہو جاوے کہ مشنریوں کی تحریک پر خود پایونیر کا اپنا سفیر کیا بول رہا ہے چنانچہ ۹ ۲ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء کو اُس نے مندرجہ ذیل آرٹیکل شائع کیا ہے ۔

۹ ۲ جولائی کے پاینیر میں اسحاق جیکسن کی پادریوں کے جوش و خروش کی نسبت ایک چٹھی شائع ہوئی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ تمام خونریزیاں جو اس وقت چین میں ہو رہی ہیں انکی بانی مبانی پادری ہی ہیں ان کا مذہبی جنون حد سے تجاوز کر گیا ہے اور وہ اپنے تعصب مذہبی میں ایسے اندھے ہوگئے ہیں کہ لاکھوں بندگان خدا کا خون اُن کے نزدیک کچھ بھی نہیں ہوتا ۔ چنانچہ جیکسن صاحب تحریر کرتے ہیں ۔

اور عیسائیت کی ظالمانہ روح میں ہمیشہ سے جنون کی آمیزش رہی ہے اسکی تہ میں خام خیالیاں پوشیدہ ہیں اور خونریزیوں کی دولت بہت ہو رہی ہے وہ مذہبی معاملات کی اشاعت میں مخلوق خدا پر خرابی اور آفتوں کے سامان پیدا کرتی ہے ۔ تمام تاریخی دفتر اس کے شاہد ہیں اور یہ جنگ جو چین میں ہو رہی ہے اسکی تہ میں عیسائیوں کی ظالمانہ روح چھپی ہوئی ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ پادری اپنے خداوند مسیح کے قول پر عمل کر رہے ہیں جہاں خداوند فرماتا ہے " یہ مت سمجھو کہ میں دنیا میں صلح کرانے آیا ہوں میں صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں ۔"

یہ کل آفتیں اسی قول سے اٹھی ہیں اور یہ خونریزیاں سب اسی وجہ سے ہو رہی ہیں

اخبار ڈیلی کرونکل مطبوعہ ۲۰ جون (لندن) میں لارڈ سالسبری کی اسپیچ پر جو انھوں نے پادریوں کو مخاطب کرکے دی تھی حسب ذیل رائے چھپی ہے ۔ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے " کل ہمیں پادریوں کے مسئلہ کی جانب توجہ کرنی پڑی اس لیے کہ چین میں عام طور پر آجکل اسی مسئلہ پر زور شور دکھایا جا رہا ہے ۔ ایک وہ وقت تھا کہ پادری صرف اپنے بوتے پر دور دراز کا سفر اشاعت دین مسیحی کے لیے کرتے تھے ۔ اور انکا کوئی معاون نہ ہوتا تھا لیکن اب یہ بات نہیں ہے بلکہ غیر سلطنت میں جاکر پادری اپنی گورنمنٹ کی طرف امداد کے لیے نظر کرتے ہیں کہ کوئی گن بوٹ روانہ کیا جائے جہاں جنگی جہازوں کی امداد پہنچے دیکھنے والوں کو پورا یقین ہوگیا کہ اس ظالمانہ کارروائی کے بانی پادری ہیں ۔

لارڈ سالسبری نے اسلام پر بحث کرتے ہوئے فرمایا " اے پادریو تم ایسے مذہب سے سابقہ ڈالتے ہو جو نہایت خاص ہے اگرچہ اُس میں اغلاط موجود ہیں تاہم ایک وسیع مخلوق کا مذہب ہے کہ تم انھیں کبھی عیسائی نہ بنا سکوگے اور اگر تم کہیں کامیاب بھی ہوگئے ہو تو تمھاری کامیابی اس خطرہ عظیم کے مقابلہ میں ہیچ ہے جو اس سے بعلاوہ اس پیدا ہوا ہے اور جس سے خطرناک مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر اُس سے خونریزی ہوتی ہے اور اس خونریزی کی وجہ سے عیسائیت کی ترقی مسدود ہو جاتی ہے اور وہ خیال کہ اس کی عام طور پر منادی کی جائے مایوسی سے بدل جاتا ہے انگلستان کے جلیل القدر مدبر کے یہ الفاظ بہت ہی اہم ہیں ایسا مدبر جو بچا عیسائی ہے جس نے اپنی رائے صاف طور پر بیان کردی کہ مشرقی ممالک میں عیسائیت کی کامیابی عظیم خونریزی کے آگے جو اسکی وجہ سے ہوتی ہے کوئی حقیقت نہیں رکھتی ۔ یہ فی الاصل ایک تجویز ہے جو پادریوں کو بہت ہی توجہ کرنی چاہیے ۔ (باقی آئیندہ)

اطلاع

منشی محمد خان صاحب مرحوم کے نام سے جاری رہنیوالا پرچہ حافظ عظیم بخش صاحب کے نام بمقام پٹیالہ جاری ہوگیا ہے ۔ اور کوئی صاحب درخواست نہ کریں (ایڈیٹر)

ہندوستان میں دسمبر کا آخری ہفتہ

نمبر دوم

آج ہمارے لیے ایک نجات دینے والا پیدا ہوا جو مسیح خداوند ہے۔ یہ فقرہ ہے جو ایک اُرد‌و کے اندر لودھیانہ کے عیسائی اخبار سے ہمنے گذشتہ اشاعت میں نقل کرکے دکھایا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس فقرہ کے مفہوم اور حقیقت پر غور کریں۔

صفات الٰہی کا مسئلہ ایسا عظیم الشان مسئلہ ہے جس میں ساری دنیا کی قوموں نے کسی نہ کسی پیرایہ میں غلطی کھائی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اگر بنظر تعمق دیکھا جاوے تو اقوام عالم میں وجود باری تعالیٰ تو غیر متنازعہ فیہ ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جس امر میں دنیا نے نہ سنبھلنے کے قابل ٹھوکر کھائی ہے۔ وہ مسئلہ صفات ہے کیونکہ صرف اتنا کہدینے سے کہ خدا ہے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ وہ کیسی ذات ہے اسکو یعنی اسکی صفات کو عالم سے مخلوقات عالم سے کیا مناسبت کیسا تعلق واقع ہوا ہے۔ انتظام عالم جذبات انواع مخلوقات سے خصوصاً نوع انسانی کے فطرتی کے تقاضا و اور میلانوں ہیئت کذائی کس قسم کی صفات والا خدا چاہتی ہے۔ صرف ایک یہی راہ ہے جس پر دنیا کے کسی مذہب نے کوئی روشنی نہیں ڈالی بلکہ ہر ایک نے اپنی اپنی نوبت پر اسے اور بھی دھندلا کیا ہے۔ عیسائیوں نے خدا کو اس طرز پر بیان کیا ہے کہ قالب انسانی میں پورا ڈھال کر ویسی ہی ضعیف اور ناقص ہستی ثابت کر دکھایا ہے اور تشبیہ کی تاریک راہ اختیار کرکے لوگوں کو حیرت میں ڈالدیا ہے اس عظیم الشان سٹری (راز) مسئلہ صفات الٰہی کو اگر کھولا ہے تو اس ہمیں کتاب فرقان مجید نے کھولا ہے کہ وہ صانع۔ خالق۔ رازق۔ رب۔ قادر۔ رحمٰن۔ رحیم۔ سمیع۔ بصیر ہے اور ان صفات میں کامل ہے اس پر بھی ہر قسم کے ممکن ظنوں اور محتمل شبہوں کے مٹانے کو فرمایا لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

غرض

اس فقرہ پر جو نور افشاں نے لکھا ہے غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی وہ معنی پیش کرتے ہیں جسکو خداوند کہا گیا ہے جس سے تشبیہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اسکو خداوند کہنا سراسر غلطی اور کفر ہے۔ خدا کا ہمتا اور مثیل کوئی ہو سکتا ہی نہیں لیکن نصاریٰ کو یہ صفت توحید کی انجیل کے ذریعہ کہاں مل سکتی ہے

جس میں جا بجا خداوند خداوند پکارے ہیں یہی وجہ ہے جو ہمنے اوپر کہا ہے کہ اس مذہب نے صفات الٰہی کے مسئلہ میں سنبھلنے کے ناقابل ٹھوکر کھائی ہے۔ ایک عاجز انسان کو جو بشریت کے لوازمات سے بڑھ کر کچھ بھی اپنے اندر قوت اور حقیقت نہیں رکھتا جسکو یہودیوں نے پکڑ کر طمانچے مار کر مُنہ پر تھوک کر صلیب پر چڑھا دیا جہاں اُسنے

ایلی ایلی لما سبقتانی

کہتے ہوے جان دی اسکو خداوند کہنا قریب ہے کہ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں اور پہاڑ پاش پاش ہو جائیں اور زمین پھٹ جاوے یہ ظلم عظیم ہے

یسوع ناصری کے متبعین اس استحقاق کو ثابت کریں جو یسوع کو وہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ خدا کی ہمتائی کے قابل بناتا ہے + ہمنے یسوع ناصری کی لائف کو پڑھا ہے اُسکے کارناموں کو جو انجیل میں پائے جاتے ہیں غور سے دیکھا ہے خدائی عظیم الشان اور لا نظیر مقام ہے جو ایک ہی ذات پاک کو جو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کی مصداق حاصل ہے) نبوت کا مقام بھی ان گلیل کی گلیوں میں پھرنے والے یسوع کو ملتا دکھائی نہیں دیتا۔ اور پھر نبوت تو انسانوں میں سے فرد کامل کا حصہ ہوتا ہے انجیل اسے کوئی اعلیٰ درجہ کا انسان بھی ثابت نہیں کرتی جس کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہو اور عبودیت کے مقام اور مراتب سے جو آشنا اور واقف ہو

اگر کسی کو ہمارے اس دعویٰ میں شک ہو تو ہم اسپر مفصل بحث کرنیکو خوشی سے طیار ہیں

یسوع کے مرید اور ماننے والے اسکو خداوند تو کہتے ہیں مگر کیا خدا تعالیٰ کی یہی صفت ہے کہ وہ ایک عورت کی پیشاب گاہ سے پیدا ہو پھر کسقدر شرم کی بات ہے کہ یوسف نجار کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ جس پر اس زمانہ کے یہودیوں کے ایک دو نہیں ہزار قسم الزام اور اعتراض ہیں خداوند کہا جاوے اس قوم کی بدقسمتی اور نامرادی پر ماتم کرنا چاہیے جو اپنا ایسا خدا مانتی ہے۔ اس سے اسکے خیالات میں عظمت اسکے اخلاق فاضلہ میں بلند پروازی اس کی روح میں عبودیت کا اعتراف کیونکر پیدا ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کی ستایش اور حمد کے لیے روح میں کامل جوش اور تضرع کیونکر حرکت کرے جب وہ اپنے سامنے ہمہ ضعف۔ ہمہ ناتوانی۔ اور ہمہ ناکامی و ناتوانی و نامرادی کو دیکھتی ہے اور یقین کرتی ہے کہ یہی خدا ہے۔ اور پھر اسے نجات دینے والا سمجھتی ہے + ایک معمولی عقل کا انسان بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہ امور انسانی ترقی کے لیے سخت مانع

ہیں اور اس سے قوی انسانی کی تخریب ہوتی ہے مگر یسوع کے پیرو اور اسکی بھیڑیں نہیں سمجھتی ہیں + ایسا شخص جو انسانیت کے شرف کو چھوڑ کر وہ مقام حاصل کرنا چاہے جسکی اسے مقدرت ہی نہیں اور جو کسی انسان اور آدم زاد کو مل ہی نہیں سکتا یقینی امر ہے کہ وہ انسانیت کے مقام سے بھی گر جاتا ہے پھر اس سے یہ توقع کرنا کہ وہ دنیا کی نجات اور رستگاری کا موجب ہوگا یا ہو سکتا ہے اور بھی حماقت ہے۔

اگر یسوع کی لائف کو پڑھا جاوے اور اس قوم کے حالات پر جو خود اُس نے اپنے ہاتھوں سے دکھایا کہ جسکو اسکی حضوری کا شرف حاصل ہوا نظر کی جاوے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ یہ شخص جو نامرادیوں کا مجموعہ ہے خداوند کہلانے کا کبھی بھی مستحق نہیں ہے۔

یہ امر بڑی توجہ کے قابل ہے کہ کیا کبھی یہود کو جو توریت کے وارث تھے اور جن میں متواتر انبیاء و رسل آتے رہے اس بات کی بھی تعلیم دی گئی تھی کہ ان میں کوئی خدا آنیوالا ہے اگر کوئی ایسی پیشگوئی یہودیوں کو اپنے بزرگوں اور نبیوں سے ملی ہوتی تو اگرچہ یہ تو ناممکن ہے کہ وہ یسوع کو خداوند مانتے لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہودیوں کے سارے فرقے تورات سے ایسی پیشگوئی کے منکر ہو جاتے کہ خدا ابھی آنے والا ہے۔

یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہیں بلکہ عیسائیوں کی حقیقت اس سے طشت از بام ہوتی ہے اور جن پیشگوئیوں پر یسوع کی خدائی کی عمارت بنائے ہیں وہ بنیاد سے ہی فاسد ہے یہ صرف ان کی خانہ ساز بات ہے کہ بیوجہ ایک انسان کے بچہ کو خدا بنا دیا ہے افسوس اس وقت پر اور اس شخص پر جسنے یہ عقیدہ قائم کیا + یہی وجہ ہے کہ پہلی ہی صدی سے ان میں ایک فرقہ موحدین چلا آتا ہے جو یسوع کو صرف ایک انسان سمجھتا ہے لیکن اس سے بڑھکر ایک خوشی کی بات ہے کہ آج یورپ اور امریکہ میں ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں اور کرہ ارض کے دوسرے حصوں سے یہ صدائیں آرہی ہیں جو یسوع کو انسانیت کے اعلیٰ مقام سے بھی گرا ہوا قرار دیتے ہیں اور مغرب میں انجیل کا صفایا ہو رہا ہے۔ خاص لاہور میں پادریوں کے بڑے بھاری مجمع میں پادری ویب ورتھ صاحب نے جو خیالات ظاہر کیے ہیں وہ اور بھی حیرت انگیز ہیں اور عیسائی مذہب کی ہیکل کو گرانے والے ہیں۔

غرض

عیسائیوں کے گھر میں بھی یسوع کی خدائی پر اتفاق نہیں ہے اور جب اس نااتفاقی کے ساتھ یہودیوں کی سخت مخالفت کو دیکھا جاوے جو وہ اس عقیدہ میں یسوع کے متبعین کے ساتھ رکھتے ہیں تو عیسائی اس جھوٹ کیطرح پکڑے جاتے ہیں

جو عین چوری کے وقت پکڑا جاوے کیونکہ اگر کسی انسانی خدا کے آنے کی پیشگوئی توریت یا نبیوں کے دوسرے صحائف میں ہوتی تو یہودی اسکے انتظار اور آمد کو دوسرے وقت پر تو ڈال سکتے تھے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اس عقیدہ پر ہزار لعنت بھیجیں۔ کیونکہ توریت کی تعلیم سے یہودی کہاں بھاگ سکتے تھے + افسوس عیسائیوں نے ایک مردہ کو خداوند اور خدا بنایا اور اس مردہ پرستی کے اثر کے نیچے اپنی ذہنی اور علمی قوتوں کو ہی نہیں کھو بیٹھے بلکہ اُن کا کانشنس اور نور قلب بھی مر گیا ہے اور اب خدا اور انسان میں تمیز کرنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتے۔

جہانتک اس مسئلہ پر غور کی جاوے اُس کی حقیقت یہی کھلتی جاوے گی کہ یہ عقیدہ حماقت سے گھڑا گیا ہے

پس

۲۵ دسمبر کا دن کیسے مبارک دن ہو سکتا ہے جبکہ ایسا انسان پیدا ہو جو دنیا کو ہلاک اور تباہ کر دے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ یسوع کی خدائی کا سارا مدار اس شخص کی گردن پر ہے جو عیسائیوں میں پولوس رسول کے نام سے مشہور ہے اور سردار کاہن کی لڑکی کے عشق میں نامراد رہ کر ایک خواب کے ذریعہ عیسائیوں کا جمعدار ہو گیا اور نہ صرف یہودیوں کو خراب کیا بلکہ عیسائیوں کے بنا بھی ایسے اصولوں پر رکھدی جو اس ملت کی ہلاکت کے لیے کافی ہیں

اس قدر بیان کے بعد اب ہم یہ بیان کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ سچے مذہب نے جو خدا پیش کیا ہے وہ ایسا ناتوان اور حقیر خدا نہیں جو نامرادی کی مجسم تصویر ہو۔ بلکہ وہ وہ خدا ہے جسکا وجود ان لوگوں پر بھی حجت ہوتا ہے جو عقل رکھتے ہیں مگر ان کو کتاب نہیں ملی ہوتی اس خدا میں کسی زبردستی اور بناوٹ کی ضرورت نہیں ہوتی + اور یہ مسلم بات ہے کہ یہ صفت اس خدا میں ہے جو قرآن شریف نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اور اس وقت دنیا کے کل مذاہب نے بالکل اصل خدا ہی کو چھوڑ دیا ہے اور اسکی جگہ کوئی مصنوعی خدا بنا لیا ہے جسکو ان کے اپنے ہاتھوں یا خیالات نے تراشا ہے جیسے عیسائیوں نے اور نا واجب صفات سے ان کو ملحدہ کر دیا ہے جیسا کہ مشرکین عرب نے مگر اسلام کا خدا وہ حقیقی خدا ہے جو آئینہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت میں نظر آرہا ہے۔ جو مردہ نہیں بلکہ ایسا آباد کے لیے زندہ اور حی و قیوم خدا ہے +

(باقی دارد)

فاضل امروہی کی تحریر

بقیہ مضمون از رسالہ الفرقان

ثالثاً خود آپ نے سنین نبوی کا شمار ۱۲۹۰ھ کو ترک کر کے سن نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اعتبار کیا ہے کہ ۱۲۹۰ھ کی جگہ سن ۱۳۰۰ نبوتی قائم کیے ہیں لہذا مہدی کے لیے بھی اُنکی بعثت کا وہی وقت جو نزول انوار الہام کا زمانہ ہے معتبر رکھنا ضروری ہے اور ۱۲۹۰ھ میں جو آپ برعایت ابتدائے بعثت نبی کریم صلعم کے ۱۲ سال اور زائد کر کے مطابق سن ۱۳۰۰ نبوتی کے گردانتے ہیں یہ ہمکو کچھ مضر نہیں بلکہ مفید ہے ہماری مراد تو یہ ہے کہ روشنی عامہ کا ظہور ۱۲۹۰ ہجری کا بیان ہوا جو مطابق سن ۱۳۰۰ نبوت کے آپکے نزدیک ہے۔ اور ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء کے ہیں اور اس ۱۸۷۳ء میں عمر حضرت اقدس کی قریب ۳۲ سال کے تھی کیونکہ سنہ پیدائش آپ کا ۱۸۳۹ء ہے اور اسی ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں جو آپکے نزدیک سنہ ۱۳۰۰ نبوتی ہوتے ہیں انوار الہام کا نزول شروع ہوگیا تھا دیکھو الہام پیشین گوئی نمبر ۲۱ اور مندرجہ نزول المسیح واقعہ ۱۸۶۸ء کو[۴] بلکہ ایسے الہامات کثرت سے ہیں جو ۱۸۸۱ء سے پیشتر ہوئے ہیں پس ۱۸۸۱ء میں نزول روشنی کا بطریق اولیٰ ثابت ہوا اور اس عمر ۴۱ یا ۴۲ سالہ میں حضرت اقدس کے الہامات ہونے میں یہ سرّ اور حکمت ہے کہ مشابہت بین المسیح المحمدی و بین المسیح الموسوی ثابت ہو جاوے کیونکہ مسیح موسوی کا سنہ بعثت بھی یہی ہے اور آپ تو صرف حدیث سے سنہ ۱۳۰۰ کے بعد اس کا اشارہ نکالنا چاہتے ہیں لیکن ہم تو قرآن اور حدیث دونوں سے ہی **امام آخر الزمان** کے **نور** کے ظہور کا کامل وقت سنہ ۱۳۰۰ کے بعد آپ کو بتائے دیتے ہیں قرآن مجید میں تو وہی **آیت استخلاف** موجود ہے جس میں لفظ

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ

موجود ہے آپ کو خوب معلوم ہے کہ حضرت **موسیٰ** علیہ السلام سے چودھویں صدی میں حضرت **عیسیٰ** علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے لہذا **مسیح موعود محمدی** کا بھی چودھویں صدی میں بلحاظ لفظ **کما** کے مبعوث ہونا لازم ہوا تا کہ مشابہت بین السلسلتین متحقق ہو جاوے اور حدیث تو خود باآواز بلند اس وقت میں پکار کر کہہ رہی ہے کہ چودھویں صدی کے راس پر ہی بعثت مجدد کی ضروری ہے اور مجدد بھی وہی مصلح موعود جسکو لفظ **کما** مقتضی ہے۔ اب چونکہ اس جگہ پر آپ کے دو اقرار موجود ہیں اول تو مہدی کے ظہور نور کے لیے تیرھویں صدی دوسرے یہ کہ اگر تیرہ صدی کا کہیں اشارہ مہدی کے لیے حدیث سے نکلے تو بے شبہ سنہ نبوۃ سے تیرہ سو سال بعد روشنی کا ظہور ثابت ہوگا لہذا آپ کو اب تسلیم کرنا اس روشنی روحانی کا بے شک وشبہ واجب اور فرض ہوگیا کیونکہ اب تو قرآن اور حدیث دونوں نے میقات اس نور کے ظہور کے لیے شہادت دیدی کہ ظہور اس کا سنہ ۱۳۰۰ نبوۃ کے بعد مطابق ۱۲۹۰ھ میں ہونا ضروری ہے

تیسرا اقرار آپ کا یہ ہے کہ یہ روشنی عامہ صرف دو مرتبہ ہوئی ہے ایک تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے دوسرے مہدی کے لیے جو آپ کو ماننا ہو چکی اور مسئلہ بروز محمدی ہونے کا مہدی کے لیے آپکو مسلم ہے لہذا اس مسیح موعود کا بروز محمدی ہونا بھی آپ کو تسلیم کرنا ضروری ہوا کہ الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ قضیہ مسلمہ ہے۔ اگر آپ کہیں کہ سورہ شوریٰ سے جو پہنے وقت اور سن مہدی کا استخراج کیا ہے وہ سن ۱۳۰۰ شمسی ہیں نہ سن ۱۳۰۰ قمری تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ تعلیم جملہ مسائل اسلامیہ مثل حج وصیام رمضان المبارک وعیدین وغیرہا میں سنین قمریہ کو شمسیہ گردانا یا برعکس جس میں مسائل اسلامیہ کے درمیان تقدیم وتاخیر لازم آتی ہے منع فرمایا ہے حتی کہ فرمایا گیا کہ **انما النسیٔ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا** یعنی سوائے اسکے نہیں کہ آگے پیچھے کر لینا زیادتی ہے بیچ کفر کے گمراہ کیے جاتے ہیں ساتھ اس کے وہ لوگ جو کافر ہوئے آخر آیت تک اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سخت زجر و توبیخ کی ہے اس امر پر کہ مسائل اسلامیہ میں شمسی قمری کے خلط ملط کرنے سے اگر تقدیم وتاخیر کی جاوے لہذا اس اسلامی مسئلہ اہم مسیح موعود و مہدی مسعود میں سنین شمسیہ کا خلط قمریہ میں نہیں کیا جا سکتا اور تاریخ بعثت مامورین الٰہی کے لیے مکلفین کے علم میں کوئی نص قطعی نہیں ہوا کرتی جس میں ایک دو سال کا فرق نہ ہو جاوے ہاں علم الٰہی میں کوئی تفاوت نہیں ہوتا ہے بلکہ اہل عرب تو بڑے بڑے حسابوں میں کسرات کو بھی قصداً شمار نہیں کیا کرتے دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر کو مرض الموت میں حضرت عیسیٰ کی عمر ۱۲۰ برس کے نصف ۶۰ میں قرار دیا حالانکہ آپ کی عمر ۶۰ سے زائد یعنی ۶۳ برس کی ہوئی ہے پس جبکہ آپکے نزدیک بلہ مہدی و مسیح موجود ہے وفات عیسیٰ بن مریم کے آپ معتقد ہیں جو کتاب فتح یاجوج و ماجوج کی جو مسیح کے وقت میں ہونیوالی تھی وہ آپ کو مسلم ہے پیشین گوئیوں میں تشبیہ و مجازو استعارات کے واقع ہونیکی آپ قائل ہیں حمار آخر سواری دجال آپ ریل کو کہتے ہیں۔ مسیح موعود کا دولت اسلامی میں بطور روحانی کے آپ مقدمہ تفسیر غایت البرہان میں لکھ چکے ہیں۔ مسئلہ بروز آپ کو مسلم ہے۔ کشوف و خسوف کے آپ قائل ہیں وکذا وکذا آپ کی سطحی حوالہ دینے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ **بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ۔** اگر فرضاً کوئی امر آپ کے خیال کے مطابق ابھی تک موجود نہیں ہوا ہے تو بمقابلہ واقعات اور مشاہدات کے امر خیالی اور ظنی آپ کا کیونکر اُن کا معارض ہو سکتا ہے اور کیونکر عذر عدم تسلیم کا قرار پا سکتا ہے **کما قال تعالےٰ ولو القی معاذیرہ** آپکو لازم ہے اپنے متشابہات اور ظنیات کو واقعات اور محکمات کی طرف رجوع کیجئے ورنہ

رباعی

کیا شک ہی ماننے میں تمہیں اُس مسیح کے
جسکی صداقتوں کو تمہیں نے بتا دیا
حاذق طبیب پاتے ہیں تم سے یہی خطاب
خوبوں کو بھی تو تم نے مسیحا بنا دیا

اور اگر آپ یہ کہیں جیسا کہ مینے سنا ہے کہ آپ ہی کہا کرتے ہیں کہ میری ہی کتابوں کو دیکھکر حضرت مرزا صاحب نے دعوی مہدیت اور مسیحائی کا کیا ہے یعنی یہ دعوی اُن کا جھوٹا ہے اس کے جواب میں **اول** تو یہ گذارش ہے کہ مفتری علی اللہ کے لیے اس قدر نشانات آسمانی اور زمینی کا جمع ہو جانا اور خود اسکی ذات میں ہزاروں نشانوں اور پیشین گوئیوں کا مجتمع ہونا اور روز افزوں اُس کے سلسلہ کی ترقی کا ہوتا جانا اور پھر اُن کے خود دیکھے ہوئے مسلمہ نشانات کا بھی مجتمع ہو جانا کیا مفتری علی اللہ کے لیے آپ کے نزدیک جائز ہے اندریں صورت تو کارخانہ نبوۃ انبیاء سے بھی امن جاتا رہے گا۔ اور **ثانیاً** یہ عرض ہے کہ جو مہدی یا مسیح آپ کے نشانات وعلامات مندرجہ آپ کی کتب مؤلفہ کے مطابق آویگا آپ یا آپ کے ہم مشرب اُس سے بھی یہی کہہ سکتے ہیں کہ ان کتابوں کو دیکھکر تم نے دعوی کیا ہے پھر یہ اعتراض غلط اُن کا تو اُس وقت بھی قائم ہو سکتا ہے کہ جب اصلی خیالی مہدی آپ کا آوے گا **فاین المفر** غرضکہ ایسے عذرات واہیہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کسی مہدی اور مسیح کی تصدیق ہرگز نصیب نہ ہووے گی کیونکہ اگر اُن کے نشانات مقررہ مندرجہ کتب مخالف ہونگا تب بسبب مخالفت کے تصدیق سے آپ محروم رہینگے لہذا بہرحال ہر دو شکل سوائے تکذیب کے اور علاوہ یہ کہ اُس کی تکذیب میں خود آپ کی کتابوں کی تکذیب ہوتی جاتی ہے۔ و نعم ما قیل

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

اور فاطمی النسب ہونا جو آپ شرط مہدویت گردانتے ہیں اول تو ہم نے سابق اسی رسالہ میں اس شرط کو بموجب ادلۂ شرعیہ کتاب وسنت کے مہدی آخر الزمان کے واسطے باطل کر دیا ہے۔ ثانیاً حضرت اقدس کی نسب میں ایسی امہات بھی آگئی ہیں جو سیدانیاں بھی تھیں دیکھو تریاق القلوب وغیرہ کو اور نسب کا اعتبار ماں کی طرف سے بھی معتبر ہونا اغلب کہ آپ تسلیم کرتے ہونگے جیسا کہ مؤلف رسالہ البرہان نے بھی تسلیم کیا ہے تو اس اعتبار سے بھی حضرت مرزا صاحب فاطمی النسب بھی ہو گئے پھر اب کیا عذر ہے **بینوا توجروا**

اگر اس کل بیان کو بغور سمجھا جاوے تو ثابت ہوتا ہے کہ نزول مسیح سے مراد جو احادیث **کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم** وارد ہوا ہے یہی ہے کہ خلافت و امامت جو قریش بنی اسمٰعیل میں چلی آتی ہیں وہ منتقل ہو کر پھر بنی اسرائیل میں چلی جاوے گی کیونکہ مسیح بن مریم خاتم انبیاء بنی اسرائیل تھے کہ اُنکے بعد خلافت و امامت بنی اسمٰعیل میں منتقل ہو گئی تھی کہ بنی اسرائیل میں سے پھر کوئی شخص امام الدنیا نہ ہوا لیکن جبکہ پھر ایک مدت کے بعد اُسی خاتم بنی اسرائیل کا نزول بیان فرمایا گیا تو یہ ایک استعارہ لطیفہ ہو جس سے مراد یہ ہے کہ وہ خلافت پھر بنی اسرائیل میں آ جاوے گی لیکن رہے گی ابراہیم کی ذریت میں کما قال اللہ تعالیٰ **انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظلمین** خلاصہ یہ کہ نزول مسیح استعارہ ہے **تسلب من قریش ملکہا** کے لیے۔

اب میں پھر اصل کلام کیطرف رجوع کر کر کہتا ہوں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب میں اللہ تعالیٰ نے اصل اور نسب کے رو سے تو فارسی الاصل گردانا اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے **من اسلم من فارس فہو من قریش ہم اخواننا وعصبتنا** فرما کر ایک اعتبار کر قریش کے ساتھ ملحق فرمایا۔ اور حکمت الٰہیہ نے اُن کی امہات میں سیدانیاں بھی داخل کر دیں تا کہ ماں کی طرف سے بھی قریش کے ساتھ اُن کا تعلق ہو جاوے یہ ہمنا اوصاف اُن میں کیوں جمع ہوئے یہ اسی لیے کہ خداوند تعالےٰ کی طرف سے اُس کی مخلوق کے لیے جو خیالات اور طبائع مختلف رکھتی ہے اُس پر ایک حجت بطور نشان کے پوری ہو جاوے اور اُن کو دھوکہ نہ سمجھنے کے لیے ایک بہانہ ملجاوے۔

---

[۴] اور الہامات پیشگوئی ... و ... مندرجہ نزول المسیح واقعہ ۱۸۶۸ء

جس کا یہ خیال ہو کہ مہدی آخرالزمان اور مسیح موعود من الرحمٰن کا قریشی نہ ہونا چاہیے اُسپر یوں اتمام حجت کیا جاوے کہ آپ والدین کی طرف سے قریشی الاصل و النسب نہیں ہیں اور جس کا یہ خیال ہو کہ مسیح و مہدی آخرالزمان کا قریشی ہونا چاہیے تو اُسپر بھی اتمام حجت اسی طرح اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہو جاوے کہ بہ اعتبار امہات کے یا بہ اعتبار حدیث مذکورہ کے ان میں ایک طرح کی قریشیت بھی ہو تب بھی ان کی تصدیق ایسے خیال والے پر ضروری ہے اور نیز بدیں لحاظ کہ مماثلت کے ساتھ عیسیٰ ابن مریم کے بھی ہو گئی کیونکہ حضرت عیسیٰ بھی باپ دادا کی طرف سے بنی اسرائیل میں نہیں تھے کیونکہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لحاظ والدہ حضرت مریم کے وہ بنی اسرائیل میں سے ضرور تھے کیونکہ حضرت مریم صدیقہ بنی اسرائیل میں سے تھیں فتمت المشابہت و کملت المناسبۃ وہیں اور مؤلف رسالہ نے حضرت اقدس کے الہام عربی پر بھی ایراد کرنا چاہا ہے مگر ابھی تک کوئی اعتراض نہیں کیا جب ظاہر کرے گا تب اُس کے چشمہ کا تار و پود ان شاء اللہ تعالےٰ اُدھیڑا جاوے گا آگے اس کے جو رسالہ احسن البیان لکھا ہے وہ کل کا کل بعثت مہدی و مسیح موعود کے لیے ایک علۃ موجبہ ہے اور مضمون رسالہ کو ہم بھی احسن البیان ہی سمجھتے ہیں چند مقام کسی قدر اصلاح طلب اور ترمیم کے قابل ہیں جنکی اصلاح ہم مختصر طور پر کیے دیتے ہیں

قولہ صفحہ ۲ سطر ۶ - اس کشمکش میں واقفکار طریق حق حاصل کر سکتے ہیں -

الجواب اس کشمکش فتن ضلالت میں اُمت پر فرض ہے کہ اس صدی کے مجدد کی طرف رجوع کریں جس کی مجددیت کی تصدیق کے لیے ہزارہا ادلہ شرعیہ نقلیہ اور نیز براہین عقلیہ شہادت صادق دے رہی ہیں **وماذا بعد الحق الا الضلال** -

قولہ صفحہ ۲ سطر ۲۱ - یہ ایک بڑی غلطی ہے کہ خود رائی سے کام لیں -

الجواب فی الحقیقت درست ہے بلکہ رجوع کرنا اُس مصلح کی طرف ضروری ہے جس کا اس صدی کے راس پر مبعوث ہونا بسبب ہو جانے حشر فتن ضلالۃ کے ضروری تھا اور ابتو صدی میں سے ۲۱ سال بھی گزر چکے ہیں -

قولہ صفحہ ۳ سطر ۲ - ہر شخص اپنی رائے پر نازاں اور دوسرے کی نہیں سنتا تو قیامت کا انتظار کر

الجواب لہذا اس زمانہ فتن ضلالۃ میں رجوع کرنا اُس مہدی و ہادی کی طرف ضروری ہوا جس کا آنا اس صدی میں قبل قیامت کے ضروری ہے -

قولہ صفحہ ۳ سطر ۶ اور اپنی سمجھ پر نازاں ہو کر تمام سلف صالحین و کتب متقدمین سے قطع نظر کر لیں

الجواب چونکہ ان کتب میں بحکم **ثمّ یفشوا الکذب** کے خلط ملط روایات موضوعہ کا بھی ہو گیا ہے لہذا اُس مجدد کی طرف رجوع کرنا واجب ہو گیا جو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی طرف دعوت کر رہا ہے اُس سے اعراض کرنا کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اب زمانہ **ظہر الفساد فی البر والبحر** کا ہے جیسے کہ تم خود مقر ہو -

قولہ صفحہ ۳ سطر ۱۱ - آپ علیٰ درجہ بدرجہ اُنکے نیچے درجہ کے علماء کو خیال فرمائیے -

الجواب چونکہ اس قرن میں بحکم **فطال علیہم الامد فقست قلوبہم** کے سلف صالح کے عقاید اور اخلاق و اعمال پر عملدرآمد نہیں رہا جیسا کہ تم خود مقر ہو اور یہی اسباب یعنی شرور و فتن آخرالزمان بحکم **انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون** کے متقضی بلکہ علۃ موجبہ اس مہدی آخرالزمان کی بعثت کے لیے ہو گئی ہیں لہذا اُسی کی طرف رجوع کرنا تمام اُمت کے واسطے ضروری ہوا -

قولہ صفحہ ۳ سطر ۱۵ تو آپ اپنے اوپر لازم کر لیں کہ کسی مذہبی تحریر کو بغیر سند علماء معتبرین کے ملاحظہ نہ فرماویں - الخ

الجواب اب چونکہ مہدی آخرالزمان تمام علماء امت کا بھی مصلح ہے کیونکہ علماء تو مصداق **علماءھم شرّ من تحت السماء** کے ہو گئے ہیں لہذا بغیر سارٹیفکٹ اُسی مہدی موعود کے جو صدی کے راس پر آ چکا ہے کسی تحریر مذہبی کو معتبر سمجھکر ملاحظہ نہ کرنا چاہیے

قولہ صفحہ ۳ سطر ۱۸ اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرو -

الجواب جبکہ علماء زمن شرّ من تحت السماء کے مصداق ہو گئے ہیں تو اب اہل ذکر صرف وہی مصلح ربانی ہو سکتا ہے نہ غیر کیونکہ علماء بھی تو اُمت ہی میں داخل ہیں مگر وہ مصلح ربانی جو مہدی موعود اور مسیح محمدی ہے وہ اُمت کا افسر ہے اور وہی اُمت کی اصلاح کے لیے آیا ہے خواہ علماء ہوں یا غیر علماء کیونکہ **حدیث ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ من یجدد لہا دینہا** میں علماء امت کا استثناء موجود نہیں ہے جو وہ مجدد علماء اُمت کی اصلاح کے لیے مبعوث نہ ہوا ہو پس علماء اُمت کو بھی ضرور ہے کہ اُسی کی طرف رجوع زمانہ شور و شر میں جس کے آپ قائل ہیں رجوع کریں -

قولہ صفحہ ۳ سطر ۱۸ لیکن انکا یہ طرز بتلا رہا ہے کہ اُنھوں نے ضرور مشکوٰۃ نبوۃ سے اقتباس کر کے بیان فرمائی ہوگی -

الجواب ہاں ضرور مسلم ہے مگر بعد **یفشوا الکذب** کا کیا علاج جس کے سبب بعض روایات اسرائیلی کتب اسلام میں داخل ہو گئیں ہیں سو انکی تصدیق یا تکذیب کے لیے قرآن مجید یا حدیث صحیح پر عرض کرنا ضروری ہے جو یہ مہدی ربانی اپنا عملدرآمد اُسپر کر رہا ہے اور یہی طریقہ صحابہ کرام کا تھا

قولہ صفحہ ۴ سطر ۱۵ جھوٹی روایت بیان کرنے کے معنے یہی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف طمع دنیاوی سے کسی بات کو منسوب کر دینا

الجواب ہاں مسلم ہے صحابہ میں تو یہ صورت مذموم نہیں تھا مگر بعد قرون خیر کے بحکم **ثم یفشوا الکذب** کے یہ عدل اور عدالت موجود نہیں رہا اسی وجہ سے کتب اسلامیہ میں خلط ملط روایات موضوعہ کا ہو گیا ہے جس کی تنقید اور تنقیح ضروری ہے اور اس قرن میں یہ منصب تنقید و تنقیح ایسی روایات کا سوائے اس حکم موعود کے اور کون بجا لا سکتا ہے پس ایسی روایات کی تنقید اور تنقیح کرنے میں بھی اس حکم کیطرف رجوع کرنا ضروری ہوا کیونکہ وہی اللہ اور رسول کی طرف سے حکم ہو کر آیا ہے جسپر **حدیث حکماً عدلاً** نص صریح ہے

قولہ صفحہ ۵ سطر ۱ - اور اسی طرح درجہ بدرجہ سلف صالحین کے قدم بقدم چلنا چاہیے

الجواب سلف صالحین کے بعد ثمّ **یفشوا الکذب** کا کیا علاج لہذا فرض ہوا کہ اس قرن پرفتن میں اُسی مہدی اور مسیح کی طرف رجوع کیا جاوے جو حکم ہو کر آیا ہے -

قولہ صفحہ ۵ سطر ۲۲ مفسرین اور محدثین کا علوم میں عالی مرتبہ اور بلند مقام واقفین پر مخفی نہیں -

الجواب لیکن اُن کے خیالات اور آرا مقابل قرآن اور احادیث صحیحہ کے کیونکر قابل قبول ہو سکتے ہیں کما قال اللہ تعالےٰ **اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً من دون اللہ** یہ تو شیوہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا تھا نہ صحابہ کرام کا - والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ -

باقی آیندہ

ایک مشنری انگریز قادیان میں

سلسلہ کیلیے دیکھو نمبر ۱ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء

ایسا ہی ایک حدیث شریف میں پڑھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں تشریف لانے میں کسی ضروری دینی کام کی وجہ سے دیر ہو گئی تو اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس خوف سے کہ نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کھڑا کر کے نماز شروع کر دی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آگے کھڑے ہو کر جماعت کرائی - پھر حضرت مولانا موصوف نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوش ہونا اور ہنسنا اس واسطے تھا کہ آپ نے اپنی جماعت میں اس یگانگت اور وحدۃ اسلامی کو پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جس کے واسطے آپ مبعوث ہوئے تھے قوم نے حضرت ابوبکر کو باوجودیکہ وہ اقوام عرب کی رسومات کے برخلاف اپنا امام بنا کر اسبات کو ثابت کر دیا کہ آنحضرت کے انفاس پاک کی تاثیر سے اُنھوں نے دین کو دنیا پر مقدم کر کے نفس کے شیطان کو کچل دیا تھا اور **ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم** یعنی اللہ کے نزدیک سب سے بزرگ وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ متقی ہے اس حکم قرآنی پر پورا پورا عمل کیا - در اصل یہی کامیابی اپنے مقاصد میں جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی ایسی کسی نبی کو نہیں ہوئی - کیونکہ اول تو آپ نے **اکملت لکم دینکم** یعنی میں نے تمہارا دین کامل کر دیا - کی صدا جزائے علیم و خبیر سے سُنکر اپنے مدعا کے انتہا کو پا لیا اور نبی عیسیٰ کیطرح آپکو یہ نہیں کہنا پڑا کہ ابھی میری بہت سی باتیں کہنی تھیں مگر تم برداشت نہیں کر سکتے (انجیل) ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اللہ تعالےٰ کی اطاعت میں پورا جاں نثار فرماں بردار دیکھ لیا جیسا کہ آپ کا جی چاہتا اور جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا منشا تھا - پس ہر طرح سے کامیاب اور فتحیاب ہو کر اور اپنا کام پورا کر کے آپ اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے - ایسی ہی اور کئی ایک باتیں ہوئیں جن سے ثبوت حقانیت اسلام اور بطلان مذاہب غیر کا زمانہ ہوتا تھا - اور مشنری صاحب ان سب باتوں کو چپ چاپ سنکر

اور عموماً ہاں ہاں کرتے رہے

مفتی محمد صادق صاحب نے ڈاکٹر صاحب سے حضرت مرزا صاحب کی اُس پیشگوئی کے متعلق دریافت کیا جو حضرت مرزا صاحب نے بگٹ اور ڈوئی کے متعلق کی ہے اس پر مفتی صاحب نے ایک لمبے بیان میں ڈاکٹر صاحب کے سامنے ان پیشگوئیوں کے منشاء۔ موجب ضرورت اور نتائج پر ایک گفتگو کی جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں اور جہاں جہاں درمیان میں ڈاکٹر صاحب بولے یا سوال کیا ہے وہ بھی ہم درج کرتے ہیں۔

ایمان ایک بڑی دولت ہے اور ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ دنیا میں جس قدر راستباز ہوئے ہیں انبیا اولیا اور اُن کے مخلص دوست اور پیرو سب ایمان کی قوت سے فتح پاتے رہے اور دنیا میں اپنا سکہ چلاتے رہے۔ ایمان ہی تھا جس نے حضرت موسیٰ کے لیے سمندر خشک کر دیا اور ایمان ہی تھا جس نے حضرت ابراہیم کے لیے آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا اور ایمان ہی تھا اور ایمان ہی تھا جس نے حضرت مسیح کو صلیب کی لعنتی موت سے بچایا۔ ایمان وہ شے ہے جس کی نسبت حضرت مسیح نے اپنے حواریوں کو انجیل میں فرماتے ہیں کہ اگر تجھ میں رائی کے برابر ایمان ہے تو اگر پہاڑ کو کہے کہ یہاں سے اُٹھکر وہاں چلا جا تو وہ چلا جائے گا۔ جب کبھی دنیا سے یہ ایمان اُٹھ جاتا ہے اور لوگ پست ہمت اور بے یقین ہو جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دنیا میں کوئی ایسا آدمی مبعوث کرتا ہے جو اُس ایمان گم شدہ کو دوبارہ دنیا میں قائم کر دے اور اپنی قوت ایمانی کے معجزات اور خوارق دکھلا کر دنیا کو اس اعلیٰ اور برتر ہستی کی قوت تام اور روشن تام قدرت تام اور اُسکے ازلی ابدی ہونے پر لوگوں کو یقین دلا دے۔ اُس شخص کے یقین توجہ اور ہمت میں ایسی خداداد طاقت ہوتی ہے کہ مخلوق الٰہی اُسکی صحبت سے اور اُسکے پاک انفاس کی برکت سے بدی پر ایک غلبہ پاتی ہے اور اپنے شیطان کو فنا کر کے اور اپنی بد کاریوں کو چھوڑ کر خدائے واحد لاشریک کی محبت اور عبادت اور فرمانبرداری میں یگانہ و یکطرفہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت یورپ اور امریکہ کی ممالک میں جس قدر بے ایمانی اور کلام الٰہی کی بے ادبی اور معجزات و خوارق کا انکار اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بے عزتی بیباکی کے ساتھ ہو رہی ہے وہ سب اس امر کا نتیجہ ہے کہ اُن ممالک کے عیسائیوں میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں رہا جو اُس درجہ کی قوت ایمانی اپنے اندر رکھتا ہو جس کا ذکر خود حضرت مسیح نے کیا تھا کہ اگر تم میں رائی کے دانہ کی برابر ایمان ہو تو تم پہاڑ کو ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ پھینک سکتے ہو یعنی نہایت ہی مشکل اور سخت کام بھی تمھارے آگے آسان ہو جائینگے۔ چنانچہ ہم اُن کتب اور رسالجات اور اخبارات اور ذاتی خطوط میں جو برابر یورپ اور امریکہ سے ہمارے پاس آ رہے ہیں

اور ہم روز پڑھتے ہیں کہ اُن ممالک کے فاضل اور علماء بائیبل کو محرف مبدل جعلی غلط۔ مجہول۔ افسانہ اور لغو کلام مانتے ہیں اور یہ باتیں نہ صرف اُنھیں ممالک تک محدود ہیں بلکہ خود ہندوستان میں بھی پچھلے سال کلکتہ میں اور اس سال لاہور میں عین پادریوں کے جلسوں میں بعض پادریوں نے اپنے لکچروں میں یہ باتیں بیان کیں۔ ڈاکٹر صاحب آپ نے بھی سنی ہونگی

ڈاکٹر صاحب - میں اُس لاہور والے لکچر میں خود موجود تھا۔

مفتی صاحب پھر جہاں سب پادری موجود تھے اور بائیبل پر ایسے سخت حملے کیے گئے تھے کیا کسی نے جواب نہ دیا۔

ڈاکٹر صاحب ہاں بعض نے اعتراض کیے تھے۔

مفتی صاحب - مگر سول اخبار نے وہ لکچر تو چھاپا تھا۔ لیکن اُس وقت کے اعتراض نہیں چھاپے۔ یہ کیا سبب ہے۔

ڈاکٹر صاحب سول اخبار نے اُس وقت کے اعتراضات تو نہیں چھاپے لیکن بعد میں پادری ... تردید اُسکی کی تھی وہ چھاپ دی تھی

مفتی صاحب لیکن اُس تردید کا جواب بھی سول نے چھاپ دیا تھا اور پھر جواب الجواب کے چھاپنے سے انکار کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید سول اخبار مذہب بھی دوسرے فاضل اور عالم محقق عیسائیوں کا سا ہو گا۔

ڈاکٹر صاحب شاید ایسا ہی ہو۔

مفتی صاحب وہ پادری صاحب جن کا یہ لکچر پادریوں کے بھرے جلسے میں ہوا تھا کہ بائیبل اکثر حصہ میں بے اعتبار اور جھوٹی روایتوں سے بھری ہوئی ہے۔ اور اُسکے مشمولہ معجزات بالکل ناقابل اعتبار قصے ہیں۔ یہ صاحب کون ہیں اور کیا کام کرتے ہیں

ڈاکٹر صاحب - یہ لکچرار پادری بیب ورتھ صاحب ہیں۔ جو لاہور کے اُس بڑے گرجے کے پیش امام ہیں جو ریل کے ملازم انگریزوں کی خاطر بنایا گیا ہے۔

مفتی صاحب - خوب - جب پیش امام کا یہ مذہب ہے تو بیچارے مقتدی لوگوں کا کیا حال۔ اچھا جب یورپ کے علماء و فضلا کا یہ حال ہے کہ وہ خود بائیبل کو سچا نہیں مانتے تو اُن کے مذہب کا نام عیسائیت نہیں رکھنا چاہیے۔

ڈاکٹر صاحب - میرے نزدیک تو یہ لوگ دہریت تک پہنچ گئے ہیں۔

مفتی صاحب تو پھر آپ یہاں آنے کے بجائے اُسجگہ یورپ اور امریکہ میں اپنی مشنری کیوں نہیں پھیلاتے کہ اُنکو درست کریں۔

ڈاکٹر صاحب اُسجگہ بھی مشنری کام کر رہے ہیں لیکن لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں بے ایمانی بہت پھیل جائے گی۔ یہ محققین معجزات کا بالکل انکار کر رہے ہیں آپ کی اُن کے متعلق کیا رائے ہے

مفتی صاحب میں اسی بات کو بیان کرتا تھا۔ اول تو ہمارے قرآن شریف کی ابتدا ہی سے خدا تعالیٰ نے ایسی حفاظت کی ہے کہ سینہ بسینہ قرآن شریف حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک صحیح الفاظ میں ایسا محفوظ چلا آتا ہے کہ ہزاروں لاکھوں حافظ ہر زمانہ میں قرآن شریف پڑھتے پڑھاتے ایک دوسرے کو نمازوں میں سناتے رہتے ہیں اور کسی غلطی کا احتمال ممکن ہی نہیں۔ پس کبھی ایسا اعتراض تو کوئی کر ہی نہیں سکتا کہ قرآن شریف کا کوئی حصہ غلط یا جعلی یا غیر اصلی ہے یا اس میں کوئی تحریف و تبدیل ہوئی ہے جیسا کہ اناجیل کے متعلق کہا گیا ہے اور بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک تو اناجیل اپنی اصلی زبان میں کہیں نہیں ملتیں اور ترجمہ مترجم کا خیال ہے جیسا اُس نے سمجھا ویسا ہی شائع کر دیا اور پھر دنیا میں اُس مترجم کے خیالات کی اشاعت ہوتی ہے نہ کہ اصل کلام کی اور پھر اس میں بھی ہزاروں شبہات پڑ گئے ہیں کہ یہ کلمات کس نے لکھے اور کس نے نہ لکھے اور لکھنے والے کہاں تک معتبر تھے وغیرہ۔

ہمارے پاس یورپ کے بڑے بڑے فاضلوں کے لکھے ہوئے مجموعے کتاب انسکلو پیڈیا بیبلیکا چار جلدوں میں اور کتاب انسکلو پیڈیا برٹنی کا ۳۵ جلدوں میں اور دیگر کئی ایک کتابیں بڑے بڑے فاضلوں کی لکھی ہوئی موجود ہیں جو یورپ میں شائع ہوئی ہیں اور بڑے بڑے فاضل محقق پادریوں پروفیسروں اور ڈاکٹروں کی تصانیف اور تالیف وہ سب بائیبل کے متعلق یہی عقائد رکھتے ہیں۔ وفات مسیح کے قائل ہیں اور مسیح کو صرف ایک انسان مانتے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ نے یہ کتابیں دیکھی ہوں گی۔ ایسا ہی ہمارے پاس کئی ایک یورپ امریکہ کے بزرگوں کے خطوط آ رہے ہیں چنانچہ اگلے دن بھی امریکہ کے ایک فاضل کا میرے پاس خط آیا جس کا نام مسٹر ہارڈی ہے وہ اپنے خط میں صاف لکھتا ہے کہ کوئی تعلیم یافتہ انسان اس ممالک میں اس امر کا قائل نہیں کہ مسیح خدا تھا یا خدا کا شریک تھا یا غیر فانی تھا یا بے گناہ تھا بلکہ مثل دوسرے انسانوں کے گناہ کرتا تھا اور فوت شدوں میں داخل ہے۔

دوسری وہی بات جس کا میں پہلے ذکر کر رہا تھا یورپ اور امریکہ میں اس انکار معجزات کی اصل اور باعث یہ ہے کہ اُن کے درمیان مقربین کی کوئی نمونہ اور معجزات و خوارق کی کوئی مثال موجود نہیں رہی اور گذشتہ باتیں بہت پرانی ہو کر افسانوں کے رنگ میں ناقابل اعتبار ہو گئیں لیکن اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ اس قسم کے آدمی خدا کیطرف سے پیدا ہوتے رہے ہیں جو اسلام کی صداقت کے ثبوت کے لیے دنیا کو معجزات و خوارق عادات دکھاتے رہے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا ایک آدمی پیدا کیا ہے اور وہ پاک انسان

حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں

جن کی زندگی نے دنیا کو بہت سے معجزات اور خوارق دکھلائے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ اگر مثلاً حق کی تلاش والا اول لیکر نہ تماش بینی کے طور پر کیونکہ تماشا بین کو خدا حق نہیں دکھاتا صرف سچے مذہب کا پیاسا بنکر اگر آ کم از کم چالیس روز تک یہاں ٹھیرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسکو کوئی نہ کوئی نشان دکھلائے گا۔ اور یہ بات تمام راستباز انسانوں کے ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ بھی چاہیں تو مشاہدہ کر سکتے ہیں اور معجزات کے متعلق آپ کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ان سائنس دانوں کا اعتراض در اصل ہم پر وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن کا اعتراض یہ ہے کہ کوئی بات خلاف نیچر نہیں ہو سکتی اس واسطے معجزات ناممکن

لیکن ہم معجزات کو خلاف نیچر نہیں سمجھتے اور نہ ان کو سلسلہ علت معلول سے باہر گردانتے ہیں بلکہ ہمارے نزدیک تمام باتیں نیچر کے قانون کے مطابق ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی اپنے خاص بندہ کے واسطے بعض خواص نیچر اور قوانین فطرۃ ظاہر کرتا ہے کہ دوسرے تمام انسان اُس سے عاجز ہو جاتے ہیں کہ ویسا کر سکیں یا کرنے کی کوشش کر سکیں۔ در اصل خدا تعالیٰ سب باتوں پر قادر ہے اور قانون خدا کا ہے نہ کہ خدا قانون کا۔ ہر ایک حکم جو اُسکی مشیت سے سرزد ہوتا ہے وہ ایک قانون ہے اور ہم خدا کو ایسا نہیں مانتے کہ خیمہ کے ڈنڈے کی طرح چاروں طرف سے بیشمار رسوں سے جکڑا ہوا ہے ممکن نہیں کہ بالکل ہل جُل سکے۔ بلکہ ہم خدا تعالیٰ کو ایسا مانتے ہیں کہ وہ ایک قادر مطلق ہستی ہے اور تمام کارخانہ عالم کل کی طرح قبضہ قدرت میں ہے اور کوئی پتہ بغیر اُس کی اجازت کے ہل نہیں سکتا وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور سب پر احاطہ کیے ہوئے ہے مگر ایسا نہیں جو اُسپر احاطہ کرے پس وہ اپنے برگزیدوں کی خاطر ایسے نشانات دکھاتا ہے جس سے انسان عاجز آ جائیں یہی معنی معجزہ کے ہیں یعنی عاجز کر دینے والا۔

حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لیکر ملک مصر سے نکلے تو فرعون اپنے جرار لشکر کو ساتھ لیکر اُنکو پکڑ لینے کے ارادہ سے پیچھے دوڑا۔ اور اگر اُس کا بیشمار لشکر معدود التعداد اسرائیلیوں کو پکڑ لیتا تو جو حال اُنکا کرتا وہ عیاں تھا۔ لیکن خدا نے اپنے وعدہ کے موافق حضرت موسیٰ اور اُنکی قوم کو ایسے رنگ سے بچایا کہ جس سمندر سے وہ بچکر نکل گئے اُسی دریا میں فرعون عاجز کر اپنے لشکر کے ساتھ ہی غرق ہو گیا۔ اب خواہ اس کا موجب ... کہ سمندر کے جوار بھاٹے نے حضرت موسیٰ کو وہ وقت دیا ہو جب پانی خشک تھا اور فرعون کو عین پانی کے چڑھنے کا

وقت دیا ہو یا کوئی اور کارخانہ قدرت کا فی نامینا اس امر کا باعث سمجھو بہر حال نشان تو اس میں ہے حضرت موسیٰ بچکر نکل گئے اور فرعون ان کے دیکھتے دیکھتے باوجود تمام سامانوں اور اسباب کے ڈوب گیا - ایسا ہی تمام انبیاء و رسل کی زندگی بجائے خود ایک نشان اور معجزہ ہوتا ہے - اول تو خود یہ لوگ عین بعثت کے ابتدائی وقت میں ایک بڑے عظیم الشان معجزہ کی بنیاد رکھدیتے ہیں کیونکہ ایک غریب کس مپرس انسان جس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں تمام قوم کو للکار کر کہدیتا ہے کہ اے لوگو میں تمھیں ڈرانے اور خوشخبری دینے کے لیئے آیا ہوں کہ جو کوئی تم میں سے احکام الٰہی کو مانے گا وہ کامیاب ہوگا اور اپنی مراد کو پائے گا یہ جو کوئی میرا انکار کرے گا اور ان احکام کو نہ مانے گا وہ ہلاک ہوگا - سو اسکے بعد باوجود بیکسی اور بے بسی کے خدا اسکو عزت دیتا اور اُسکے دشمنوں کو ذلیل کرتا اور اُس کے مخالف باوجود دولتوں عزتوں طاقتوں کے اس کے مقابلہ سے عاجز آجاتے ہیں پس یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہوتا ہے جو کہ وہ دکھاتا ہے - آپ دیکھتے ہیں کہ فخر بنی آدم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب دعویٰ کیا نبوۃ کا اور عرب کو توحید کیطرف دعوۃ کی اور انکو کہا کہ اگر تم لا الٰہ الا اللہ پر ایمان لاؤ تو عرب و عجم کے مالک ہو جاؤ گے - ورنہ تم میں سے جو میرا مقابلہ کرے گا وہ ہلاک ہو جاویگا - اُسوقت کس کی سمجھ میں آ سکتا تھا کہ یہ باتیں ہی طرح سے ہو جائیں گی جسطرح کہ یہ شخص کہتا ہے مگر آخر سب عاجز آگئے اور وہی ہو کر رہا جو خدائے پاک نے فرمایا تھا - ایسا ہی آج سے قریباً ۲۲ سال پہلے کی براہین احمدیہ چھپی ہوئی موجود ہے جس میں حضرت مرزا صاحب کا یہ الہام اُس سے بھی پہلے کا شائع ہوا تھا کہ تیرے پاس دور دور سے لوگ آویں گے اور ایسا ہی یہ مدۃ کا الہام شائع ہو چکا تھا کہ تیرے چار بیٹے ہوں گے اُس وقت ان باتوں کا کوئی نام و نشان نہ تھا - کوئی آدمی باہر سے نہ آتا تھا بلکہ خود قادیان کے لوگ بھی حضرت مرزا صاحب سے کم ہی واقف تھے وہ باتیں آج ۲۵ - ۳۰ سال کے بعد بڑے زور شور کے ساتھ باوجود مخالفوں کی سر توڑ مخالفتوں کے روز روشن کی طرح پورے ہو رہے ہیں کیا یہ انسان کا کام ہے - اگر دنیا کے سارے انسان بھی ملکر ان الہامات کو پورا ہونے سے روکنے کی ایسی ہی جان توڑ کوششوں میں مصروف ہو جائیں جیسا کہ بعض اب تک لگ رہے ہیں اور لگے ہوئے ہیں تب بھی وہ سب کے سب عاجز ہو جائیں گے اور یہ معجزہ ظاہر ہو رہا ہے اور آیندہ زور شور سے ہو کر رہے گا - ایسا ہی بہت سے مخالف عیسائیوں اور آریوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں نے ملکر حضرت مرزا صاحب پر اقدام قتل کا جُرم لگانا چاہا اور بڑا مقدمہ کھڑا کیا اور ایک لڑکے نے شہادت

بھی دی اور اسکی شہادت دو مجسٹریٹوں کے سامنے حضرت اقدس مرزا صاحب کے برخلاف ہو گئی اور ظاہر بچنے کی کوئی اُمید نہ تھی مگر اس واقعہ سے اور اس کے بریت سے کتنی مدۃ پہلے حضرت کو اطلاع ہو چکی تھی جو کہ ہم سب سن چکے تھے اور پھر ایسا ہی ہوا کہ خدا نے مجسٹریٹ مسٹر ڈگلس کے دل کو انصاف و راستی پر قائم کر دیا اور حضرت صاحب بچ گئے اور تمام مخالف ہو گئے - پس کیا یہ ایک عظیم الشان معجزہ نہ تھا ایسے ہی اور بہت سے واقعات ہم رات دن حضرت اقدس کی صحبت میں رہ کر دیکھ رہے ہیں اور ہر ایک یہاں رہنے والا دیکھ سکتا ہے منجملہ ان معجزات کے جو ان لوگوں کے ہاتھوں پر ظاہر ہو کر لوگوں کی ہدایت کا موجب ہوا کرتے ہیں ایک معجزہ قبولیت دعا کا بھی ہے خدا تعالیٰ اپنے ان برگزیدوں کی دعاؤں کو سنتا اور قبول کرتا ہے - چنانچہ اس کی نظیریں پہلے انبیا اور اولیاء سب کی لائف میں بکثرت پائی جاتی ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جب ایک بڑی مصیبت وارد ہوئی کہ دشمنوں نے اُنکیلیے صلیب پر چڑھانے (یعنی لعنتی موت سے مارنے کا ارادہ کیا) تو حضرت عیسیٰ نے ساری رات رو رو کر اور خدا کے آگے گڑ گڑ کر دعا کی کہ یہ پیالہ اُن سے ٹل جائے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ نہ میری مرضی کے لیے بلکہ تیری مرضی کے لیے ہیں خدا تعالیٰ نے اُن کی دعا کو سنا اور انکو اس لعنتی موت سے نجات دی (جیسا کہ عبرانیوں کے خط سے بھی ظاہر ہے کہ اُن کے تقویٰ کے سبب اُن کی دعا سُنی گئی)

ڈاکٹر صاحب یہ کیوں کہا جائے کہ باوجود نبی ہونے کے وہ موت سے ڈر گئے حالانکہ مولوی عبد اللطیف باوجود نبی نہ ہونے کے موت سے نہیں ڈرے

مفتی صاحب - یہ صحیح ہے انبیاء موت سے نہیں ڈرا کرتے اور نہ اُن کے ساتھی ایسے مصائب سے خوف زدہ ہوتے ہیں - لیکن انبیا کے اس طرح قتل ہو جانے سے اُن کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور حق شبہ و شک میں پڑ جاتا ہے اور کام ادھورا رہ جاتا ہے اور اُن کی لائف بجائے ہدایت کے مخلوق الٰہی کے لیے گمراہی کا موجب ہو جاتی ہے (اور نیز توریت کے مطابق صلیب پر مرنا لعنت کی موت تھی اور صلیب پر مر جانے سے وہ یہود کی شریعت کے مطابق ایک مفتری اور فاسق قرار دیے جاتے ہیں نہ کہ راستباز اس واسطے ضرور تھا کہ وہ اس قسم کی موت سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پناہ مانگتے ہیں ایڈیٹر) اور حضرت مولوی عبد اللطیف صاحب کا شہید ہو جانا بہت بڑی مصلحت اور برکات اور اس سلسلہ کی ایک بھاری خدمت کا موجب ہوا - چنانچہ ایک بات یہ ہے کہ اسوقت تمام دنیا میں بذریعہ ڈاک تار وغیرہ

کے حضرت اقدس کے اشتہارات اور دین کی تبلیغ پہونچائی جا سکتی ہے لیکن افغانستان ایک ایسا علاقہ ہے کہ کوئی کتاب یا اشتہار یا واعظ بھی نہیں جا سکتا اور اللہ تعالیٰ کا منشا تھا کہ اُس ملک میں بھی اس اپنے رسول کی تبلیغ اور اسکی آمد کی خبر اور یسوع مسیح کے مر جانے کی تحقیقات پہونچ جائے اس واسطے اُس نے اپنی حکمت کاملہ سے اُس ملک میں خون کا اشتہار شائع کیا جسکے فوائد عظیم الشان ہے عنقریب ساری دنیا آگاہ ہو جائے گی لیکن اسوقت بھی دنیا میں ہمارے درمیان ایک نبی موجود ہے جسکو خدا تعالیٰ نے اپنی وحی خاص سے وعدہ دیا ہے کہ اسکی عمر اسّی سال کے قریب ہوگی نیز اگرچہ مخالف مولوی عبد اللطیف کے قتل پر قادر ہوئے جس میں بڑی مصلحت تھی تاہم کوئی قادر نہ ہوگا کہ اس نبی کو قتل کر سکے جسکو اللہ یعصمک من الناس کا وعدہ دیا گیا -

پس سمجھنا چاہیئے کہ ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو صلیبی موت سے بچا لیا اور ایک بیہوشی کی سی حالت میں وہ صلیب سے اُتارے گئے اور ایک غار کی مانند قبر میں رکھے گئے - چنانچہ یہ ایک طبی مسئلہ ہے کہ زمین کی گرمی بعض بیہوشیوں کے دور کرنے کے واسطے انسان کے بدن کے لیے بہت ہی مفید ہوتی ہے - اور یہ بھی یاد رہے کہ مسیح کا اتنی تھوڑی دیر صلیب پر رہنا خود اس امر کی بڑی شہادت ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو صلیبی موت سے بچا لیا - ہم نے جوسیفس بڑے یہودی مورخ کے اقوال پڑھے ہیں کہ اُس زمانہ کی صلیبوں پر سے تین روز کے لٹکائے ہوئے بعض مجرم جب اُتارے گئے تو اُن میں ہنوز رمق جان باقی تھی اور تھوڑے سے علاج کے ساتھ وہ تندرست ہو گئے - پس مسیح کا صلیب سے چند گھنٹے کے بعد زندہ اُتر آنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہو گی بلکہ تعجب تو اس میں ہوگا کہ وہ اتنی تھوڑی سی دیر میں مر جائے اور پھر جب وہ تندرست ہوا تو کچھ دن وہاں رہ کر مشرقی ممالک کو چلا آیا اور ملک کشمیر میں آکر اپنی باقی عمر گذاری جو کہ اُسوقت یہودیوں سے آباد تھا - چنانچہ اسکی قبر کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ یہ اُس یسوع ناصری کی قبر ہے

ڈاکٹر صاحب لیکن حواری شہادت دیتے ہیں کہ وہ آسمان پر چلا گیا تھا -

مفتی صاحب آپکو یہ سوچنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں اگر گورنمنٹ کسکو پھانسی کا حکم دے اور وہ اتفاق سے بچ جائے تو کیا اُسکے دوست لوگوں کے سامنے ظاہر کریں گے کہ وہ پھانسی سے بچ گیا ہے ؟ ہرگز نہیں - بلکہ وہ اس معاملہ کو مخفی رکھیں گے تا ایسا نہ ہو کہ اُن کا دوست پھر پکڑا جائے

اور پھانسی دیا جائے - ایسا ہی مصلحت نہ تھی کہ حواری اس ملکی راز کو کسی کے ساتھ ظاہر کر کے یسوع مسیح کی جان کو دوبارہ خطرہ میں ڈالتے اور آپ بھی ہلاک ہوتے - بلکہ اُنھوں نے مل جلکر یہی بہتر سمجھا کہ مسیح کسی دوسرے ملک میں چلا جائے اور وہ اُسکو رخصت کرنے کے واسطے ایک پہاڑ کے دامن تک اُس کے ساتھ گئے اور جب وہ اُنکو الوداع کر کے پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہ نیچے دیکھتے رہ گئے -

اور آپ جانتے ہیں کہ پہاڑوں پر بادل نیچے اُترا تے ہیں - پس وہ ایک بادل میں چھپ گیا اور حواریوں نے اس واقعہ کو استعارۃً یوں بیان کیا کہ وہ بادل میں گھر کر آسمان کی طرف یعنی اوپر کی طرف چڑھ گیا - اور ضرور تھا کہ وہ ایسا ہی کرتے -

اب میں اپنے اصلی مضمون کی طرف عود کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی دعائیں سنا کرتا ہے - چنانچہ اُس نے مسیح کی دعا بھی سُنی - اور قبولیت دعا بھی انہیں لوگوں کا ایک معجزہ اور نشان ہوا کرتا ہے اس واسطے حضرت مسیح موعود نے اس زمانہ کے جھوٹے مدعی یعنی پگٹ اور ڈوئی کو اپنے مقابلہ میں قبولیت دعا کا نشان دکھلانے کے لیے بلایا ہے - کیونکہ جو سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے ضرور ہے کہ خدا اپنے فضل و کرم سے اُسکی دعا کو سنے اور اُسکے مخالف کو ذلیل کرے پس پگٹ اور ڈوئی کا مقابلہ یورپ اور امریکہ کے لیے ایک بڑا نشان ہو اور یہ نشان پورا ہو رہا ہے اور ہو گا - خواہ پگٹ اور ڈوئی اس اشتہار کا جواب دیں یا نہ دیں -

تفسیر القرآن بالقرآن

ایک بے نظیر تفسیر ہے جسکو جناب ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب ایم بی نے کمال محنت اور عرق ریزی کے ساتھ تصنیف فرما کر بغرض اصلاح حضرت مسیح آخر الزمان علیہ السلام اور مولانا نور الدین صاحب کو نصف سے زیادہ سنا دی تھی مسیح الزمان علیہ السلام نے وقتاً فوقتاً اس کی نسبت یہ ارشادات فرمائے نہایت عمدہ و شیریں بیان ہے - قرآنی نکات خوب بیان کیے ہیں - دلوں پر اثر کرنے والی ہے -

حضرت مسیح الزمان اور مولانا نور الدین علیہما السلام نے بعض بعض جگہ اصلاح بھی کی تھی اب فضل ربانی سے چھپکر طیار ہو چکی ہے - خریداران الحکم و البدر کو پارہ عم کی تفسیر مفت محض ۲ کے ٹکٹ آنے پر بطور نمونہ بھیجی جاتی ہے قیمت بلاجلد ۱۲ مع جلد ۱۴ پارہ ۱۲ کی قیمتہ ۱۲ عم کے پارہ کی قیمتہ ۲

المشتہر خاکسار فتح محمد خان مینیجر مطبع عزیزی مقام تراوڑی ضلع کرنال -

تتمہ رسالہ الفرقان

فاتح اعر ہی

واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ نزول مسیح ابن مریم جو احادیث صحاح میں وارد ہوا ہے وہ خود ایک استعارہ ہے اس مسئلہ کے لیے کہ خلافت و امامت جو اوائل زمانہ سے لیکر آنحضرت تک قریش بنی اسماعیل میں چلی آئی وہ منتقل ہو کر پھر بنی اسرائیل میں چلی جاوے گی کیونکہ مسیح بن مریم خاتم انبیاء بنی اسرائیل کے تھے کہ انکے بعد نہ خلافت اور امامت بنی اسرائیل میں باقی نہ رہی بلکہ بنی اسماعیل میں منتقل ہو گئی اور بنی اسرائیل میں سے اُن کے بعد کوئی نبی نہ ہوا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے کما قال اللہ تعالے مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ یہ بشارت حضرت عیسی کی مندرجہ قرآن مجید ... ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ یوحنا انجیل میں ... تک موجود ہے پس جبطرح ان درسوں میں یوحنا کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت سے مراد استعارۃً یہ ہے کہ عہد امامت اب بنی اسرائیل میں نہیں رہے گا بلکہ بنی اسماعیل میں آجاوے گا اسی طرح پر جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نزول مسیح خاتم انبیاء بنی اسرائیل کے لیے بشارۃً ارشاد فرمائی تو اس سے بھی یہ استعارہ ہے کہ اس وقت عہد امامت قریش میں باقی نہ رہے گا چنانچہ اس استعارہ کو بہ تصریحات یوں بھی بیان فرما دیا کہ تُسْلَبُ قُرَیْشٌ مُلْکَھَا اور یہ بھی فرما دیا فیتزوج ویولد لہ اس سے مراد استعارۃً یہی ہے کہ اُس مسیح کی نسل میں یہ عہد امامت منتقل ہو جاوے گا اگر اس کلام سے یہ مراد نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ایک کلام نبوۃ لغو ہو جائے گا کیونکہ تزوج اور تولد کا ہونا کوئی بڑا نشان نہیں ہے کہ تزوج بھی سب کیا کرتے ہیں اور تولد بھی سب کے یہاں ہوا کرتا ہے الاماشاءاللہ لہذا اس کلام نبوۃ کے لیے محل صحیح بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ مراد اس سے یہ ہو کہ اس مسیح موعود کے تزوج اور تولد سے ایک نسل امامت قائم ہوگی کہ آئمہ اس کی نسل میں ایک مدت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور اسی استعارہ کی تصریح ہے اس حدیث میں کہ لا المہدی الا عیسی بن مریم یعنی پھر کوئی مہدی قریش میں سے نہ ہوگا بجز عیسی بن مریم کے یعنی اسی کی نسل میں امامت و مہدویت قریش کی منتقل ہو جاوے گی

اور حضرت اقدس کے **الہامات** ذیل جو مدت دراز سے شائع ہو چکے ہیں یعنی تری نسلاً بعیدًا - خلق آدم فاکرمہ - اردت ان استخلف فخلقت آدم وہ بھی انہیں احادیث اور نزول مسیح ابن مریم کے استعارہ کی تشریح کرتے ہیں کیونکہ اگر کوئی نسل بعید ایسی ہو جس میں آئمہ دین پیدا نہ ہوں تو اللہ تعالی کے نزدیک اس نسل کی قدر و قیمت ایک مرے ہوئے کیڑے کی برابر بھی نہیں ہو سکتی ہے پس ایسی نسل کے لیے الہام میں اللہ تبارک و تعالے کیطرف سے امتنان فرمانا و احسان جتلانا کیونکر خیال میں آسکتا ہے اور پھر اگر عہد امامت بنی اسماعیل سے منتقل ہو کر اس مسیح موعود سے اُسکی ابتدا نہیں ہوتی تو پھر خلق آدم الہام کے کیا معنی ہوئے اور نیز الہام قل ان امرت وانا اول المؤمنین بھی اسی انتقال عہد امامت از قریش بطرف مسیح موعود اور اسکی نسل کے ناظر ہے اور نیز الہام ینقطع اباءک ویبدء منک اور نیز الہام وانت منی بمنزلۃ الاھم اسی مسئلہ کی طرف مصرح ہے اور نیز الہام الحمد للہ الذی جعل لکم الصہر والنسب بھی اسی طرف مشیر ہے کیونکہ اگر اس صہر و نسب میں عہد امامت منتقل ہو کر نہیں آیا تو پھر فرمایئے کہ اللہ تعالے کونسی نعمت کے ساتھ امتنان فرماتا ہے جسپر بڑے اہتمام سے الحمد للہ بھی تلاوت کیا گیا - اور پھر الہام انا اخرجنا لک زروعًا یا ابراھیم نے بھی اسی مسئلہ کی تصریح کی ہے اور پھر آخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم کا کونسی ذلیل معارضہ کر سکتی ہے جو دال ہے اسپر کہ حضرت خاتم النبین صلعم کی تعلیم کتاب و حکمۃ اور تزکیہ و تلاوت آیات کی قریش سے منتقل ہو کر دوسری قوم آخرین میں چلی جاوے گی اور بموجب حدیث صحیح کے جو متفق علیہ ہے اور ہم اُسکے مضمون کو اعلام الناس کے دوسرے حصہ میں نظم کر کر لکھ چکے ہیں یہ حدیث باواز بلند پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ آخرین یقینا فارسی النسل سے ہیں پس جبکہ ایک مسئلہ پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ خصوصًا احادیث متفق علیہا اور الہامات متواترہ موجود ہیں اور اس انتقال عہد امامت پر صریح دال ہیں تو اب بڑی شقاوت ہے کہ اس مسئلہ کی تصدیق نہ کی جاوے و نعوذ باللہ منہ ۵ دسمبر ۱۹۰۳ء

تکملہ

آج بتاریخ ۴ جنوری ۱۹۰۴ء ہماری نظر سے البرہان نمبر ۲ و ۳ بھی گذرا جو البدر کے یہاں آیا ہوا تھا اُسکو مطالعہ کر کر ہم کو اپنے احباب کی نصیحت یاد آگئی وہ یہ کہ مؤلف البرہان آپ کے خطاب کے لائق ہرگز ہرگز نہیں ہے آپ خود اُسکو مخاطب نہ کریں کوئی صاحب آپ کے تلامذہ میں سے اسکا جواب لکھدیوے گا - لیکن ہمارا یہ خیال تھا کہ جبکہ تمام مخالفین علماء کے ہلاک اور تباہ ہو جانے کے بعد اس شخص نے ماہوار رسالہ نکالنا شروع کیا ہے اور اپنی ہلاکت کے سامان و اسباب کو خود مہیا کرنا چاہتا ہے کما قال اللہ تعالی لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ تو اغلب کہ مثل محمد حسین وغیرہ ہلاک شدہ علماء کے یہ بھی ہوگا لہذا رسالہ الفرقان دو سہ روز میں لکھکر بہ درخواست محبی محمد علیخان صاحب شاہجہانپوری واسطے طبع کرانے کے نزدیک محبی الموصوف ملازم مہتمم لائنسر راولپنڈی کے روانہ کر دیا اور کچھ انتخاب اس رسالہ کا الحکم نے بھی ہم سے لیکر شائع کر دیا ہے لیکن مطالعہ نمبر ۲ و ۳ البرہان سے بخوبی منکشف ہو گیا کہ مؤلف البرہان ہرگز ہرگز ہمارا مخاطب صحیح نہیں ہو سکتا ہے لہذا ناظرین کے لیے ان چند سطور میں ہمکو یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ مؤلف رسالہ علوم آلیہ سے محض ناواقف اور نابلد ہے لہذا نمبر ۲ سے ایک علمی نکتہ چینی اُس کے مع جواب کے لکھے دیتے ہیں تاکہ اُسکے علم کی پردہ دری ہو کر اس کوچہ علمیہ سے اُسکا نابلد ہونا ناظرین پر واضح اور لائح ہو جاوے

قولہ ملخصًا صفحہ ۳۱ مرزا صاحب کا ایک الہام اور خوش فہمی تبارک الذی من علم و تعلم تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۲ - اول تو اس الہام میں ایک لفظ من زائد ہے اور علم اور تعلم دونوں صلہ الذی کے ہیں اور پھر موصول و صلہ ملکر فاعل تبارک کا ہوتا ہے پس جو شخص الذی کا مصداق ہے اسی کے لیے ہر دو مفہوم علم و تعلم کے ثابت ہوں گے چونکہ مرزا صاحب کی شرح میں لفظ من سے مراد معلم ہے جو جو رسول کریم صلعم ہیں اور متعلم سے مراد خود ذات شریف ہیں لہذا الہام بھی غلط ہوا اور شرح بھی اسکی غلط پھر اللہ تعالے کیطرف سے یہ الہام کیونکر ہو سکتا ہے - انتہی ملخصًا

الجواب - اس نکتہ چینی مؤلف کو بطور تلخیص کے لکھدیا ہے جو مؤلف سے بایں خوش اسلوبی بیان نہیں ہو سکی واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ اصل الہام حضرت اقدس کا یہ ہے جو براہین کے حصہ سوم صفحہ ۲۳۹ حاشیہ نمبر ایک سطر ۲۲ - میں لکھا ہوا ہے اور نیز براہین سے دیگر متعدد رسالوں میں بھی نقل کیا گیا ہے کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علم و تعلم مؤلف رسالہ جو لفظ من کے ساتھ الذی کو بھی شامل کرتا ہے اُسکو دھوکا تحفہ گولڑویہ کو دیکھکر واقع ہوا ہے جو سہو کاتب سے الذی زائد لکھا گیا ہے اگر مؤلف کو تحقیق حق منظور تھی جیسا کہ اُس کا دعوی ہے تو اُسپر فرض اور واجب تھا کہ تصحیح اسکی اصل کتاب براہین احمدیہ اور دیگر کتب حضرت اقدس سے کر لیتا یا ادلا ہم لوگوں سے دریافت اور تحقیق کر لیتا بعد تحقیق کے اگر اُسکو یہ ثابت ہوتا کہ لفظ من کے ساتھ الذی بھی اس الہام میں موجود ہے تب اپنی زبان یا قلم سے کلام الہی میں زائد لفظ کہدینے کی جرأت کرتا مگر اُس نے ایسا کچھ نہیں کیا تو مجکو مؤلف سے خوف ہے کہ کسی نسخہ قرآن مجید میں جو اکثر سہو کاتب سے غلطی ہو جایا کرتی ہے اُس غلطی کو دیکھکر قرآن مجید کا بھی منکر اور مکذب ہو جاوے گا کہ اس میں یہ غلطی واقع ہو گئی کلام مجید کلام الہی نہیں رہا و نعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول -

دوسری نکتہ چینی سے ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ مؤلف نے مختصر معانی اور مطول کا مطالعہ بھی نہیں کیا چہ جائیکہ دوسری اس فن کی کتابوں کو دیکھا ہو بالفعل ہم کتاب مطول ہی سے جو صنعت معنوی ان الفاظ الہام میں موجود ہے بیان کرتے ہیں بلکہ مخاطب کو ترجمہ کر کر پڑھلائے دیتے ہیں واضح ہو کہ اس الہام میں صنعت استخدام ہے ومنہ اے من المعنوی الاستخدام وھو ان یراد بلفظ لہ معنیان احدھما ای احد المعنیین ثم یراد بضمیرہ اے بالضمیر الراجع الی ذلک اللفظ معناہ الاخر او یراد باحد ضمیریہ اے ضمیری ذلک اللفظ احدھما ای احد المعنیین ثم یراد بالاخر اے بالضمیر الاخر معناہ الاخر ترجمہ یعنی صنائع بدائع معنویہ میں سے ایک صنعت استخدام بھی ہے اُسکی تعریف یہ ہے کہ کسی لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد لیے جاویں اور جب اسی لفظ کی طرف کوئی ضمیر راجع ہو تو اُس سے دوسرے معنے مراد لیے جاویں یہ تو قسم اول صنعت استخدام کی ہوئی اور دوسری قسم اس صنعت استخدام کی یہ ہے کہ جبکہ دو ضمیریں ایک لفظ ذو معنیین کیطرف راجع ہوں تو ایک

ضمیر سے تو ایک معنی مراد لیے جاویں اور دوسری ضمیر سے دوسرے معنے ارادہ کیے جاویں (تی مطول وغیرہ) میں ان دونوں صنعتوں کے لیے شعراء عرب کے اشعار بھی پیش کیے ہیں چونکہ ابھی تک مخاطب ہمارا محض مبتدی ہے لہذا ہم صرف کتاب مطول سے ایک شعر لکھتے ہیں۔

کقوله ای قول البحتری **شعر**

فسقی الغضاء والساکنیہ وان ھم
سبوہ بین جوانح وضلوع

یعنی پس سیراب کرے اللہ تعالے غضا اور اُسکے رہنے والوں کو اگرچہ اُنھوں نے جلایا ہے اُس غضا کی آگ کو میرے پہلوؤں اور پسلیوں کے درمیان۔ **ف** اس بیت میں متعلق قسم دوم صنعت استخدام کی دو ضمیریں ہیں اول ضمیر واحد مذکر غائب کی ہے جو الساکنیہ میں ہے اور یہ ضمیر بنظر غضا کے راجع ہے اور یہاں پر معنی مراد غضا سے وہ مکان ہے جس میں درخت غضا کے ہوں کیونکہ معنی غضا کے کلام عرب میں اُس مکان کے بھی آتے ہیں جس میں درخت غضا کا ہو اور سبّوہ میں بھی ایک ضمیر منصوب ہے جو راجع ہے اُسی غضا کی طرف اور یہاں پر معنے غضا کے آگ کے ہیں جو اُسی درخت کی لکڑیوں سے حاصل ہوتی ہے کما فی المطول وحواشیہ پس اس شعر میں لفظ غضا تو ایک ہی ہے جسکے دو معنی مراد ہیں ایک معنی مکان کے ہیں جسکے اعتبار سے اول ضمیر کا رجوع غضا کی طرف ہوا اور دوسرے معنی آگ کے ہیں جس کے لحاظ سے دوسری ضمیر اُسی غضا کیطرف راجع ہوئی۔ اور تخصیص آگ غضا کی اس لیے کہ شاعر نے کی ہے کہ اس درخت کی آگ اگر راکھ میں دبائی جاوے تو ایک ماہ تک وہ آگ باقی رہ سکتی ہے اور نیز اُسکی آگ تیز بھی بہت ہوتی ہے الحاصل اس لحاظ سے اس بیت میں دوسری قسم صنعت ہو سکتا ہے کیونکہ فسقی الغضا میں غضا کے مراد درخت غضا ہے اور والساکنیہ کی ضمیر جو غضا کی طرف سے راجع ہے اُس سے مراد وہ مکان ہے جس میں درخت غضا ہو پس اس شعر میں ہر دو قسم صنعتوں کی مثال موجود ہے اور اس بیت ہذا میں بجائے ضلوع کے قلوب بھی روایت کیا گیا ہے اسطرح پر

فسقی الغضا والساکنیہ وان ھم
سبوہ بین جوانح وقلوب

اب مخاطب کو الفاظ الہام کے معنی بموجب اس صنعت استخدام کے ہم سمجھائے دیتے ہیں۔

واضح ہو کہ لفظ **مَنْ** اسم موصول ہے جو باتفاق نحویین الفاظ عموم سے ہے اور جو باعتبار اپنے مصادیق کے کثیر المعنی اور کثیر الافراد ہے تنگے اس کے دو صلے واقع ہوئے ہیں جس میں دو ضمیریں لفظ من کی طرف موجود ہیں صیغہ **عَلَّمَ** میں جو ضمیر واحد مذکر غائب کی ہے وہ راجع ہے لفظ من کی طرف جس کے معنی مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو معلم ہیں اور صیغہ **تَعَلَّمَ** میں جو دوسری ضمیر واحد مذکر غائب کی ہے وہ بھی اُسی من کی طرف راجع ہے مگر وہ لفظ من جس کے معنی مراد حضرت اقدس مسیح موعود ہیں جو متعلم ہیں لفظ من میں وجہ اس تکثیر موضوع لہ کے یہ ہے کہ اسماء موصولات کی وضع عام ہے اور موضوع لہ اس کے خاص خاص کثیر ہیں دیکھو شرح جامی کو کیونکہ اس الہام میں اگر یہ صنعت استخدام نہ ہوتی تو کلام الٰہی انتہائی مرتبہ فصاحت اور بلاغت سے نازل ہو جاتا علاوہ اس کے اس صنعت کے اختیار کرنے کے ایک لطیف وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود کا بروز محمدی ہونا چونکہ دلائل قاطعہ سے اپنے محل پر ثابت ہو گیا ہے لہذا اس صنعت استخدام کے اختیار کرنے سے مسئلہ بروز محمدی کیطرف بھی اشارہ لطیفہ ہو گیا کیونکہ اکثر اس صنعت استخدام کا استعمال اُسی جگہ پر بموجب تقاضائے علم معانی کے کیا جاتا ہے جہاں پر دونوں معنوں مراد میں ایک قسم کا اتحاد ہووے اور دونوں معنے باہم از قسم لازم وملزوم ہوں دیکھو کتب فن معانی کو اگر اس الہام کے الفاظ بموجب زعم فاسد مخالفین کے یوں ہوتے کہ **فتبارک من علم ومن تعلم** تو الفاظ الہام فصاحت اور بلاغت معنویہ سے بھی پست ہو جاتے اور مسئلہ بروز کیطرف بھی اشارہ لطیفہ نہ ہوتا

ولنعم ما قیل

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اے کم نصیب مخالفو تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالے سے محاربہ کر رہے ہو یاد رکھو کہ تم ہرگز ہرگز کامیاب نہ ہوگے تمھاری نکتہ چینیاں جس قدر کلام الٰہی پر ہونگی تمھارے ہی علم کی پردہ دری ہوگی

یاد رکھو الہام

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ

اور

اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ

شعر

حملہ بر خود میکنی اے سادہ مرد
ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

شعر

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو
اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

قوت المرسلین

از دفتر انجمن فرقانیہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا جلسہ لاہور میں

مکرمی اخویم جناب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم سلمہ ربہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جناب کو بھی یاد ہوگا۔ کہ گذشتہ سال جبکہ حضرت حجۃ اللہ امام علیہ السلام جہلم والے مقدمہ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو یہاں پر بھی ایک روز کے لیے قیام کا اتفاق ہو گیا تھا رات کے وقت جبکہ بہت سے حاضرین زیارت کے لیے جمع تھے تو حضرت اقدس نے ایک نہایت ہی مؤثر تقریر فرمائی تھی۔ دوران تقریر میں یہ بھی فرمایا

کہ ہمارا ارادہ ہے کہ کسی وقت لاہور میں چند روز ٹھیر کر اتمام حجۃ کیلیے تمام مخالفین اسلام کو بذریعہ ایک عام اعلان کے مدعو کر کے تبلیغ کی جاوے اور نیز جو بدگمانیاں ہماری نسبت ہمارے کم فہم مخالفوں نے عوام الناس کے دلوں میں بٹھا رکھی ہیں ان کے دور کرنے کے لیے کوشش کی جائے تاکہ یہ لوگ غلطی میں رہ کر جاہلانہ موت نہ مریں۔

یہ خوشخبری سنکر سب دوست خوش ہوئے اور آجتک اس مبارک روز کی انتظار کرتے رہے خدا تعالے کا ہزار ہزار شکر ہے کہ وہ دن بہت قریب آگیا ہے **حضور علیہ السلام** نے محض فضل ورحم سے جو آپ کے دل میں نوع انسان کی ہمدردی کے واسطے بھرا ہوا ہے اظہار فرمایا ہے کہ آپ ضرور ضرور خدا تعالیٰ نے چاہا تو آیندہ موسم بہار میں یعنی **اخیر مارچ ۱۹۰۴ء** تک یہاں تشریف لاوینگے اس مبارک تقریب پر جس قدر اظہار مسرت کیا جائے تھوڑا ہے کیونکہ یہ وہ **خاتم** الخلفاء ہے جس کے انتظار میں ہزارہا بزرگان دین اس مبارک ومنور چہرہ کے دیدار کو ترستے ہوئے اس دار فانی سے رحلت کر گئے چنانچہ ۹ر جنوری ۱۹۰۴ء کو لاہور کے برادران کا ایک **خاص جلسہ** گمٹی والی مسجد میں منعقد ہوا جس کے **صدر** باتفاق رائے حاضرین ہمارے مخدوم ومحترم جناب **شیخ رحمت اللہ** صاحب مالک بمبئی ہوس قرار پائے اور کارروائی شروع ہوئی۔ شروع میں ہمارے قدیمی واعظ جناب حافظ **فضل احمد** صاحب نے قرآن کریم سے وعظ فرمایا۔ بعد ازاں ہمارے مکرم ومعظم بھائی جناب ڈاکٹر **میرزا یعقوب بیگ صاحب** ایل ایم ایس پروفیسر میڈیکل کالج لاہور نے افتتاحی تقریر ایسی پُر تاثیر الفاظ میں فرمائی جسنے حاضرین کے دلوں پر بہت نیک اثر پیدا کیا۔ تقریر کے ختم ہونے پر مفصلہ ذیل تجاویز پاس ہوئیں

۱۔ جلسہ کے اخراجات کا ( ) رف اندازہ کر کے مبلغ **دو ہزار روپے** کا موازنہ کیا گیا اور یہ رقم بذریعہ چندہ جمع کی جائے۔

۲۔ جلسہ کے متعلق انتظامی امور کے طے کرنے کے لیے چیدہ احباب کی ایک سب کمیٹی مقرر کی گئی جسکی وساطت سے تمام امور طے ہوا کرینگے

پہلی تجویز کے مطابق چندہ کی فہرست کھولی گئی ہر ایک بھائی نے جو اسوقت حاضر تھا بڑے انشراح سے اپنا اپنا چندہ لکھایا۔ ایکہزار روپیہ فوراً لکھا گیا۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ چندہ کے دینے میں ہر ایک نے مستعدی ظاہر کی۔ چندہ دہندگان کے نام مع رقوم چندہ بعد میں ارسال کروں گا۔ عشاء کی نماز کے بعد جلسہ برخاست ہوا یہ روئداد جناب کو اس لیے بھیجتا ہوں کہ آپ اسکو سب سے پہلے اشاعت میں درج فرماکر **برادران بیرونجات کو اس مبارک خوشخبری سے مطلع کریں تاکہ وہ اپنی اپنی جگہ پر شمولیت کے لیے آمادہ ہوں۔**

دیگر جو جو امور قابل اشاعت ہوا کرینگے وہ آپ کو وقتاً فوقتاً بھیجتے رہا کرینگے والسلام

خاکسار تاج الدین سیکرٹری

از لاہور ۱۰ر جنوری ۱۹۰۴ء

ہر شہر کی احمدی جماعت اپنا فرض سمجھ لیں کہ وہ اپنے ہاں کے ضروری اور قومی واقعات اندراج کے لیے دفتر الحکم میں بھیجا کریں۔ اگر باقاعدہ انجمن ہو اور اس کا ہفتہ وار جلسہ ہوتا ہو تو چاہیے کہ ہفتہ وار جلسوں کی روئداد بھیجا کریں۔

الحکم کی موجودہ حیثیت سے اشاعت پر جو مبارکباد اور خوشنودی اجابکے خطوط آئے ہیں اُن سب کے لیے یکجائی شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جزاہم احسن الجزاء۔

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

جلسۃ الوداع کی تقریب پر وعظ

سلسلہ کے لیے دیکھو الحکم نمبر اول جلد ۱۱

وہ محبت اور اخلاص جو صحابہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا اس کے مقابلہ میں انھوں نے نہ وطن کی پروا کی اور نہ عزت و آبرو و راحت و آرام کو مدنظر رکھا۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فنا فی الرسول کے مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اس میں پورے کامیاب ہوئے۔

عرب جیسے اکھڑ اور آزاد خود رائے قوم تھی لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت سے مستفیض ہوئے تو ان کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک مجلس میں انکو دیکھتا تو اسے صرف بت نظر آتے ہر ایک اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھا ہے اور اتنا حوصلہ اور جرأت نہیں کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر پیش دستی کرے اور بولنے لگے۔ کیوں؟ اس لیے کہ انھیں حکم ہو چکا تھا

آداب الرسول | لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ الرَّسُولِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بات بڑھ کر نہ کرو۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں اتنی بڑی جماعت کو یہ حکم ہوتا ہے کہ تم کچھ نہیں بول سکتے ہمارے بھیجے ہوئے رسول کی اتباع کرو۔

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

یعنی یاد رکھو تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو بلکہ تم اس کے ماتحت رہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر مجلس اور محفل کے کچھ آداب ہوتے ہیں اگر ان آداب اور مجلس سے قطع نظر کی جاوے اور پروا نہ ہو تو انسان بجائے اس کے کہ اس مجلس سے فائدہ اٹھاوے اور اس میں کوئی عزت حاصل کرے وہ اس سے نکالا جاتا ہے اور یا ان فوائد اور منافع سے محروم رہ جاتا ہے جو اس مجلس میں بیٹھنے والوں کو ہوتے ہیں۔ دنیا کے حاکموں اور عہدہ داروں کے درباروں میں جاؤ تو تمھیں آگاہ کیا جاوے گا کہ وہاں کسطرح بیٹھنا ہے اور کسطرح ہونا ہے مکارم اخلاق کی کتابوں میں آداب مجلس اور آداب گفتگو وغیرہ وغیرہ جدا جدا باب مقرر کیے ہیں۔

اس لیے کہ اخلاق فاضلہ کے حصول کیواسطے آداب و قواعد کی پابندی ضروری ہے۔ پھر صاحب **خلق عظیم** علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پاک مجلس سے سعادت اندوزی کے لیے کیا پابندی آداب کی ضرورت نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ صحابہ کی کامیابیوں اور روحانی مدارج کی ترقیوں اور منازل سلوک کے طے کرنے کا اصل راز یہی تھا کہ انھوں نے **فنا فی الرسول** ہونے کی حقیقت کو سمجھ لیا تھا اور وہ ایک دم کے واسطے بھی آپکی اطاعت سے قدم باہر نکالنا نہیں چاہتے تھے اور انھوں نے قدم باہر نہیں رکھا۔

اخلاص اور صواب | اعمال صالحہ کی حقیقت اسی لیے یہ بتائی گئی ہے کہ کوئی عمل عمل صالح نہیں کہلاتا جب تک کہ اس میں دو شرطیں نہ پائی جائیں۔

اول یہ کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حکم اور فرمان کے موافق اور ماتحت ہو

دوم وہ اس طریق پر ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ہے۔ پہلی شرط کا نام اخلاص ہے اور دوسری کو صواب کہتے ہیں صحابہ نے اس راز کا پتہ لگا لیا تھا اسواسطے وہ وہی کرتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور اتباع کا رنگ رکھتا ہو کیونکہ انھوں نے یہ **آداب الرسول** کی آیتیں سنی ہوئی تھیں وہاں انھوں نے کلام الٰہی کو بھی سنا تھا۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۔

یعنی اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو کہدے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوب الٰہی بن جاؤ تو میری اطاعت کرو اللہ تعالےٰ تمکو دوست رکھے گا۔

پس چونکہ وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے **محبوب** بننے کی ایک ہی راہ ہے اور ایک ہی کلید اور وہ ہے **اتباع نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم**۔

صحابہ کرام کو جو یہ حکم دیا گیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔ اور محبوب الٰہی بننے کا جو یہ گر ان کو بتایا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل **اتباع** کرو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علحدہ علحدہ ترقی نہیں کر سکتے۔ اور نہ ترقی کرنے کا یہ اصول ہے کہ انفرادی طور پر ترقی کریں بلکہ انبیاء و رسل کے ماتحت ترقی کرنے کا اصل الاصول یہی ہے کہ سب کے سب اکٹھے ہو کر اس کی اطاعت اور نقش قدم پر چلنے میں ایسے فنا ہوں کہ اسی کا عکس اور نمونہ بنا چاہیں۔ اور اسکے سایہ میں اسطرح جمع ہو جائیں جیسے مرغی کے پروں کے نیچے بچے جمع ہو جاتے ہیں۔

انبیاء سے فیض کسطرح ملتا ہے | جو لوگ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرۃ اور پاک لائف کو پڑھتے ہیں جو قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز زندگی پر نظر کرنے سے ملتی ہے۔ کیونکہ آپ مجموعی طور پر کل نبیوں کی صفات اور کمالات کو لے کر آئے تھے اور جہاں ایک طرف آپ نوع انسان کے اکمل افراد میں سب سے اعلیٰ تھے اور سب کی خوبیوں اور کمالات کے جامع تھے وہاں کل دنیا کی اصلاح اور ہمیشہ تک کے لیے مصلح اور ہادی ہو کر آئے تھے۔ اس واسطے جسقدر نبی دنیا میں گذرے ہیں یا جسقدر خوبیاں اور کمالات انسان میں انتہائی درجہ تک ہو سکتے ہیں وہ سب آپ میں موجود تھیں۔ اس لیے آپ ہی کی لائف پر غور کرنا کل نبیوں کی سیرت کو پڑھ لینا ہے۔

مگر

مجھے اس مقام پر پہونچکر دل پر ایک ٹھوکر لگتی ہے اور سخت درد محسوس ہوتا ہے کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور لائف پڑھنے والے اور اسکا اسوہ بنانے والے بہت ہی کم ہیں۔

مسلمانوں کا فرض تھا کہ آپ کی سیرۃ کو تدبر سے پڑھتے مگر افسوس انھوں نے نہیں پڑھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا **خلق قرآن کریم** ہے اور قرآن کریم کیطرف جو بے توجہی مسلمانوں کو ہے اس کے لیے یہ آیت بالکل صحیح ہے۔

رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا

قرآن شریف ہی آپ کی پاک سیرۃ ہے اور اسی کی طرف مسلمانوں کو توجہ نہیں با وجودیکہ وہ بہت ہی ذلیل حالت تک پہنچ گئے ہیں لیکن ابھی تک بھی وہ بیدار نہیں ہوئے۔ اور جس باعث جو ان کی تباہی اور ذلت کا ہے اسکو نظر انداز کر کے **یورپ کی اتباع** سے اور مغربی فلسفہ کو **اسوہ** بنا کر مسلمان کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکتے؟ ترقی کی ایک ہی راہ ہے اور وہ وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اختیار کی تھی اور وہ ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ بنانا

کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ ہی کو **اسوہ حسنہ** ٹھیرایا ہے

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

بات کچھ اور تھی اور میں اس سلسلہ میں ادھر چلا گیا میں نے ایسا عمدًا اور ارادۃً نہیں کیا یہ میرے دل میں ایک درد تھا اور ہے کہ مسلمان پابندی سے گرے ہیں اور پھر ابھرنے اور گڑھے سے نکلنے کے لیے گھاس پھوس کو ہاتھ مارتے ہیں۔ اور اس مضبوط رسی کو جس کی بابت کہا گیا تھا

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا

چھوڑ بیٹھے ہیں اور اسکی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔

غرض

انبیاء علیہم السلام سے **فیض** ملنے کی ایک ہی راہ ہوتی ہے اور وہ وہی راہ ہے جسکو قرآن شریف میں کُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ کے الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا کوئی **مامور** دنیا میں آتا ہے تو وہ ایک **مشین یا کل** کی طرح ہوتا ہے جسقدر لوگ اسکے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہیں وہ انفرادی طور پر ترقی نہیں کرتے بلکہ ان کا فرض ہونا چاہیے کہ اس سے ملے رہیں اگر وہ اس سے ملے نہیں رہتے تو وہ ترقی نہیں کر سکتے اور اس فیض کو جو اس سے ملتا ہے نہیں پا سکتے۔ جسقدر لوگ **محبوب الٰہی** بننا چاہتے ہیں انکو چاہیے کہ اس کا ساتھ دیں اور اسکی سچی **اتباع** کریں

ازالہ وہم | بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو پوچھتے ہیں کہ مامور کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی ہمکو کیا ضرورت ہے؟ ہم تو خدا کے حقوق سے واقف ہیں اور اعمال صالحہ کی حقیقت سے آگاہ ہیں اور ان کے پابند ہیں۔ مگر یہ ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہوتا ہے اگر وہ اس سے واقف اور آگاہ ہوتے تو انکار ہی نکرتے؟ اعمال صالحہ کی حقیقت میں رسول کی سچی **اتباع ضروری جزو ہے پھر اعمال صالحہ** سے وہ واقف اور ان کے پابند کیسے ہو سکتے ہیں

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ بعض امور اصولی طور پر معلوم ہوتے ہیں لیکن ان پر **عمل کرنا** یا سچا اور **حقیقی ایمان** پیدا ہونا اور گناہ سے نفرت کرنا اور بچنا یہ باتیں صرف ایک رسمی یا خیالی علم سے نہیں ہو سکتیں مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب کفار کو مخاطب کر کے فرمایا **مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰہُ** یعنی جب ان سے پوچھا جاوے کہ خالق السموات والارض کون ہے تو صاف کہدیتے ہیں کہ اللہ ہی ہے اور بت پرستی کے متعلق بھی وہ یہی سمجھتے اور کہتے تھے **یقربون الی اللہ** بالحق یعنی خدا تعالیٰ کے قرب میں پہونچاتے ہیں پھر قرآن شریف کا ایک سطر میں توحید کی درج کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں پھر ایسا کون ہے جو سچے دین کے اچھا سمجھتا ہے

یا عام اتفاق کی ضرورت محسوس نہ کرتا ہو اور تو اور بدکار سے بدکار آدمی بھی بدکاری کو برا سمجھتا ہے لیکن یہ نہیں ہوتا کہ وہ اس سے باز بھی رہے اور بدی کو چھوڑ کر نیکی اختیار کرے بس انبیاء علیہم السلام نرا علم دینے کے لیے نہیں آتے ہیں بلکہ وہ اپنے اندر ایک کشش اور **جذب کی قوت** رکھتے ہیں جس سے دنیا کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور پھر اپنی **قوت قدسی** کا اثر ان پر ڈالتے ہیں اور وہ لوگ جو انکی پاک صحبت میں رہتے ہیں ان کے پاک اور کامل نمونہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے اندر بدیوں کو دور کرنے اور ان سے بچنے اور فضائل کے حاصل کرنے کی قوت پاتے ہیں۔

مگر

یہ **قوت اور طاقت** اور توفیق کب ملتی ہے اس وقت جبکہ وہ اس کے فیض صحبت سے بہرہ ور ہوں اور اسکی مجالس کے آداب کی نگہداشت کریں اور انھیں ایسی وحدت ارادی ہو کہ سارے کے سارے ایک کل کے نیچے کام کرتے ہوں۔ اور سب کے سب **حبل اللہ** کو مضبوط پکڑے رہیں اور ان کی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ ہوں یہ ہے وہ اصل جس سے انسان **روحانی کمالات کو ماموریٰ کی صحبت میں حاصل کرتا ہے** اور صحابہ نے اسی اصل کو مضبوط پکڑ کر سب منازل سلوک طے کیں۔

یاد رکھو

قوم قوم نہیں بنتی اور انعام نازل نہیں ہو سکتے جب تک وہ ایک شیرازہ میں جمع نہ ہو۔ جبتک وہ متفرق اور منفرد حالت میں رہے گی اسکی طاقت کمزور ہوگی اور وہ ان فیوض سے بہرہ ور نہیں ہو سکتی۔ کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ ایک ہی سرگروہ ایک ہی مرکز اور ایک ہی چشمہ ہو۔

میں نے ایک چھوٹی سی کتاب میں ایک کہانی پڑھی تھی۔ کہ ایک بار انسانی جسم کے اعضا نے باہم مشورہ کیا۔ پاؤں نے کہا کہ مجھے روزی کمانے کے لیے سفر کی کیا ضرورت ہے کھاتو پیٹ لیتا ہے۔ ایسا ہی ہاتھوں نے کہا کہ مجھے کمانے کی کیا حاجت۔ آنکھوں نے دیکھنے کانوں نے سننے سے غرض ہر ایک عضو نے اپنے اپنے فرض منصبی سے انکار کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ **پیٹ** میں جب کچھ نہ گیا تو آخر کل طاقتیں اور قوتیں سلب ہونے لگیں اور جب ہر ایک پر اس کا اثر ہوا تو پھر سب پکار اٹھے کہ یہ ہماری غلطی ہے۔ پیٹ ہی کے لیے مفید نہ تھا بلکہ ہم سب کی زندگی کا اصل راز بھی یہی **اتفاق تھا**۔

اس کہانی سے سبق یہ ملتا ہے کہ جب **تک وحدت ارادی پیدا نہ ہو زندگی پیدا نہیں ہو سکتی**۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس راز کو سمجھ لیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دین و دنیا میں مظفر و منصور ہو گئے۔ صحابہ کرام نے یہ بات کیسے حاصل کی اور کسطرح لوگ پورا کیا اس کا ایک نمونہ ان کی سیرت سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے اثنائے بیان میں آپ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ ابن مسعود ایک گلی میں آ رہے تھے وہاں ہی یہ آواز ان کے کان میں آئی اور معاً وہیں بیٹھ گئے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھ گئے فرمایا کہ اندر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ۔ چونکہ اس حکم کی تعمیل ضروری تھی اور یہ معلوم نہیں کہ مسجد تک جانے میں مجھے یہ موقع ملے یا نہ ملے اسواسطے میں یہیں بیٹھ گیا کہ تعمیل ارشاد ہو جاوے یہ ہے نمونہ صحابہ کی اطاعت اور تعمیل حکم کا۔ اور جبتک یہی روح اور رنگ مسلمانوں میں پیدا نہ ہو یقیناً سمجھو کہ کوئی ترقی اور کامیابی نہیں ہو سکتی اور ہرگز نہیں ہو سکتی خواہ **یورپ کے فلسفہ اور ایجاد کو اپنا قبلہ بھی بنا لیں**۔

اسطرح پر

تم سمجھ سکتے ہو کہ وحدت کی کیسی ضرورت ہے انسان انسانی کمالات میں ترقی کرنی **چاہتا ہے**۔ جمادات اور نباتات بھی اپنے رنگ میں ایک ترقی کرتے ہیں لیکن ان تمدنوں کی تہ میں بھی یہ راز **وحدت کام کر رہا ہے**۔ اگر وہ اعضا کسی مرکز کے متبع نہ ہوں تو مردہ اور بیکار ہو جاتے ہیں اگر یہ اعضا انسانی دوران دم قلب میں شریک نہیں ہوتے تو تھوڑی دیر میں ان کا نتیجہ عام طور پر نظر آ سکتا ہے کہ وہ قوی بیکار ہو جاتے ہیں + **پس وحدۃ کی ضرورۃ ہے وحدۃ پیدا کرو اور اسکے لیے ایک ہی راہ ہے کہ اسوۂ حسنہ** کا کامل اتباع ہو۔

یہ خیال کرنا اور سمجھ لینا ضروری بات ہے کہ جو مامور آتا ہے وہ کوئی نئی بات ہی نہیں لاتا یہ حماقت عظیم ہے انبیاء علیہم السلام تو اس صداقت کی نشو و نما کے لیے آتے ہیں جو فطرۃ قانون قدرت اور جستہ جستہ فقرات کتاب میں موجود ہوتی ہے اور انکی غرض اس تعلیم پر سچا ایمان پیدا کرنا اور گناہ کی موت سے بچا نیکی تدابیر کا بتانا اور ایک وحدت پیدا کرنا ہوتی ہے اس مسئلہ کو حضرات صحابہؓ باریک نظر سے دیکھتے تھے اور وہ جانتے تھے کہ کوئی امر بدون کسی جمعیت کے ہرگز حاصل نہیں ہوگا۔ نادان قوم نے صحابہ کی باریک نظر کو نہیں پہچانا اور بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے اپنے اعتراض کر دیا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد معاً کچھ لوگوں کو خلافت کی فکر پڑی وہ اعتراض کرنے کو تو اعتراض کرتے ہیں مگر نہیں جانتے

من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیۃ

صحابہ اس اصل کو مانتے اور اسپر ایمان لاتے تھے اسلئے انھوں نے پہلے **امام** کا اقرار ضروری سمجھا کیونکہ اگر امام نہیں تو یہ کسطرح معلوم ہوتا کہ کہاں تفرقہ کرنا ہے اور کیا کرنا ہے۔ مختلف الرائے اور مختلف الخیال کے آدمی موجود تھے۔ کوئی کچھ کہتا اور کوئی کچھ لیکن جب ایک امام ہو گیا اور اسکو قوم نے تسلیم کر لیا پھر کوئی امر متنازعہ باقی نہیں رہ سکتا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ باقی آئندہ

ارشاد حضرت اقدس علیہ السلام

کی یادگاری میں

پرچہ میگزین کے متعلق

التماس ضروری

حضرت اقدس کے اس تاکیدی ارشاد کے بعد جسمیں اس رسالہ کے اجرا و شیوع کے اصل اغراض و مقاصد ظاہر کرکے اسلام کو جملہ مخالفین کے مہلک حملوں کی بادصرصر سے بچانے اور اسکے قالب مردہ میں روح حیات ڈالنے اور اہل اسلام میں دوبارہ روحانیت پیدا کرنے اور عوام الناس کو ضلالت وجہالت کے خطرناک گڑھے میں گرنے اور مخالفین کے دام تزویر سے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا تھا۔ اب اس کے قیام و استحکام کے بارہ میں اعانت اشاعت رسالہ کی تحریک کی غرض سے لمبے چوڑے الفاظ میں کچھ زیادہ قلمفرسائی کرنا ہمارے نزدیک غیر ضروری اور محض تحصیل حاصل ہے کیونکہ امام صادق علیہ السلام نے اپنی جماعت کو اپنے اس ارشاد میں جس قدر تاکید فرمائی ہے اور حد سے بڑھے ہوئے پرزور الفاظ میں اپنے مخلصین کو اسکی خریداری کی جانب ملتفت کرنا چاہا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی تاکید نہیں ہو سکتی۔ کیا اپنی جماعت کے مخلص پرجوش باہمت احباب کے لیے حضرۃ اقدس کی جانب سے یہ کچھ کم تاکیدی الفاظ تھے۔ کہ "میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلصین جو ممبر دو کو اسطرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہانتک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت کو دکھلاویں جو کہ انکی میری موجودگی میں اور میری زندگی میں میرے منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا"۔ حضرت اقدس نے صرف انھیں الفاظ پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اس رسالہ کی خریداری و مالی اعانت کے واسطے مکرر الفاظ ذیل میں تاکید فرمائی ہے کہ "تمھیں معلوم نہیں کہ اسوقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے۔ واقعی وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جاوے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ اس خدمت میں جان توڑ کوشش کرو"

یہ تو اس ارشاد حضرۃ اقدس میں سے چند کلمات بغرض آگاہی مخلص احباب کے نقل کیے جاتے ہیں ورنہ وسیع تو اس ارشاد کا ہر ایک لفظ تاکید مجسم ہے۔ اپنی جماعۃ کو اس رسالہ کی اعانت کے لیے سخت تاکید فرماتے ہوئے اس ارشاد کے آخری سطور میں ظاہر فرمایا ہے کہ "اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو دس ہزار خریدار کا پیدا ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ جماعۃ موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد خریداری بہت کم ہے" اگرچہ حضرت اقدس کے اس تاکیدی ارشاد کے نکلنے پر ابتدائی تازہ جوش میں اپنی جماعت کے ہر طبقہ کے احباب نے حسب استطاعۃ اسکی مالی امداد اور اشاعۃ میں حتی الوسع بہت سعی فرمائی۔ اور اپنی اخلاص مندی و ہمت کا ایک قابل تقلید نمونہ دکھلایا اور اسی کوشش کا ثمرہ ہے کہ تعداد خریداری ۹ سو سے ۸ سو یعنی دوچند تک پہونچ گئی ہے۔ مگر تاہم حال میں اپنے مخلص احباب کی اس نگاہ پوشی سے اسکی رفتار میں ابتدا کی بہ نسبت حال کے نرمی ہی دکھائی دی ہے حالانکہ ابھی رسالہ کی خریداری کو اس تعداد تک پہونچنے میں بہت کمی ہے جس تعداد تک پہنچانے کا امام صادقؑ نے اپنے ارشاد مبارک میں ارادہ ظاہر فرمایا ہے اس دھیما پن کا بجز اس کے کوئی اور باعث نہیں کہ تاحال اپنی جماعت کے جملہ افراد کے کانوں تک اس ارشاد حضرت اقدس کے پرزور تاکیدی الفاظ کی آواز نہیں پہنچی ورنہ کہاں اس پاک جماعت کے مخلص احباب کے پرجوش دل اور اپنے پیارے امام کے ارشاد پر قربان ہونیوالی روحیں۔ اور کہاں ایسے تاکیدی حکم کی تعمیل میں اسقدر کم التفاتی۔ اس دلائل کم سے کم بھی زیادہ احمدیہ جماعت کے احباب اگر پانچ فیصدی ایسے مخلص نکل آویں جو کم از کم فی کس ایک ایک نسخہ کے خریدار بنیں تاہم تعداد خریداری دس ہزار سے بڑھ جاتی ہے +

حضرت اقدس کے تاکیدی ارشاد کی تعمیل اور اس رسالہ کے مفاد اس امر کے مقتضی ہیں کہ احمدیہ جماعت کا کوئی فرد خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ اس رسالہ کی خریداری سے محروم نہ رہے۔ تمام ممالک غیر امریکہ و یورپ وغیرہ میں اس رسالہ کے مضامین نے ایک تہلکہ مچا دیا ہے جس سے مخالفوں کے دلوں میں بھی تلاش حق کی تحریکیں پیدا ہو گئی ہیں حال ہی میں آسٹریلیا سے ایک یورپین کی چٹھی آئی ہے جسمیں وہ اس رسالہ کے مضامین کی دلچسپی کو ایک خاص شوق سے ظاہر کرکے کہتا ہے کہ "اسکے پرحقائق دلچسپ مضامین میں متلاشی حق کے لیے صداقت کی ایک جھلک ہے اور امید ہے کہ اسکی نفاست کی اثر سے اور بھی بہت لوگ ضرور متاثر ہونگے"۔ کیوں نہ ہو پیارے امام صادق کی تحریرات سے سعید فطرۃ و سعادۃ کیش روحیں کبھی بے اثر نہیں رہ سکتیں چہ جائیکہ اپنی جماعۃ کے مخلص احباب کے دلوں میں اسکے احکام کی بجاآوری کا خیال و عزم پیدا نہ ہو مشیت ایزدی میں جو کام ہونا ہے اور جس خیر کے لیے اسکا امر آیا ہے وہ سب ہو کر ہی رہیگی۔ یہ تو صرف ہمارے واسطے توشۂ عقبیٰ حاصل کرنیکا ایک موقعہ حسنہ ہے تا درین قال

بمفت ایں اجر نصرت را دہندت ای اخی ورنہ
قضائی آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

حسنات دارین حاصل کرنیکا عین وقت ہے اللہ تعالیٰ جملہ احباب کو کار خیر میں ہاتھ بٹانیکی توفیق بخشے تاکہ اپنے امام پاک کے احکام پر عمل کرکے سابق بالخیرات بنیں۔ آمین ثم آمین

مینیجر ریویو آف ریلیجنز قادیان دارالامان

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر مالکان کارخانہ کے اہتمام سے چھپکر شائع ہوا